Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ناگ اور سپر مین

اے حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قیمت: ۵۰/، روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

بار اوّل ـــــ ۱۹۸۳ء

ناشر: نیا مکتبہ اقرا ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

طابع: القدیر پرنٹرز، لاہور

واشنگٹن (امریکہ)

دسمبر ۱۹۸۲ء

پیارے دوستو!

میں آپ کے لیے "عنبر ناگ ماریا کی واپسی" کی پُر اسرار داستان لاہور میں بیٹھا لکھ رہا تھا کہ مجھے کچھ دیر کے لیے یہاں امریکہ آنا پڑ گیا۔ چنانچہ اب میں نے یہاں یہ داستان لکھنی شروع کر دی ہے اور انشاء اللہ آپ کو واشنگٹن سے قسطیں لکھ کر بھیجتا رہوں گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ اس داستان کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہوئی کہ واشنگٹن میں میری ناگ سے ملاقات ہو گئی جس کا ذکر آپ اسی قسط میں آگے چل کر پڑھیں گے۔ یہ بڑی عجیب و غریب ملاقات تھی اور میں ناگ کو واشنگٹن میں اپنی اپارٹمنٹ بلڈنگ کے باہر دیکھ کر بہت حیران ہوا پھر اس نے مجھے بتایا کہ وہ یہاں کس طرح پہنچا۔ یہ ایک الگ دلچسپ کہانی ہے جو میں نے اسی قسط میں بیان کی ہے۔ امید ہے آپ اسے بڑے شوق سے پڑھیں گے۔ ان دنوں یہاں واشنگٹن میں کرسمس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ گیارہ دسمبر کی رات کو برف گرنے لگی اور ساری رات برف گرتی رہی۔ صبح اٹھ کر دیکھا تو درخت سڑکیں فٹ پاتھ سفید برف میں ڈوبے ہوئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ واشنگٹن کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔ وہ یہاں ایک زبردست خفیہ مہم پر کام کر رہا ہے جس کا حال آپ اسی قسط میں پڑھیں گے۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ مجھے امریکہ میں بھی آپ لوگوں کے خلوص بھرے خط ملتے رہتے ہیں جس میں آپ عنبر ناگ ماریا کے بارے میں مجھ سے سوال پوچھتے رہتے ہیں۔ میں آپ سب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یاد رکھا ہے۔ میں نے بھی آپ کو نہیں بھلایا اور ہر وقت یاد کرتا ہوں۔ انشا اللہ میں بہت جلد لاہور آ کر آپ سے ملاقات کروں گا اور سائنس فکشن پر مبنی سائنسی اور خلائی کہانیاں لکھنی شروع کروں گا۔ جسے پڑھ کر آپ بہت خوش ہوں گے اب اجازت دیں۔ خدا حافظ

آپ کا دوست

اے حمید

واشنگٹن (امریکہ)

قاتل پتلا

کنیز کی لاش قالین پر پڑی تھی۔

اس کے سینے میں چھپ کر تیر چلانے والا غلام فرار ہو چکا تھا۔ روم کی نوجوان ملکہ پریشان کھڑی تھی۔ خوف سے اس کا چہرہ زرد تھا۔ کنیز نے گلاس میں زہر ڈال کر اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی مگر ماریا نے ملکہ کی جان بچالی۔ ماریا بھاگ کر بالکونی میں گئی۔ کنیز پر تیر چلانے والا غلام بالکونی سے چھلانگ لگا کر نیچے باغ کے درختوں میں غائب ہو گیا تھا۔ ملکہ روم ماریا کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ اس لیے بھی گھبرائی ہوئی تھی کہ ماریا نے ملکہ کے کان میں کہا تھا کہ میں ایک روح ہوں اور تمہاری جان بچانے کے لیے یہاں شاہی خواب گاہ میں آئی ہوں۔ اور وہ روح ملکہ کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

ملکہ نے تالی بجا کر حبشی خادماؤں کو بلایا اور کہا:

"اس لاش کو لے جا کر جنگل میں پھینک دو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خادمائیں لاش اٹھا کر لے گئیں۔ کمرے میں اب اکیلی ملکہ روم ہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا:

"اے آسمانی روح! کیا تم اسی کمرے میں ہو؟"

ماریا وہیں موجود تھی۔ مگر وہ بالکونی سے باہر جھانک رہی تھی اور یہ معلوم کرنا چاہتی تھی۔ کہ غلام کہاں گیا ہو گا۔ ظاہر ہے کہ اس غلام کو ان رومن سازشیوں نے بھیجا تھا جو ملکہ کو ہلاک کر کے روم کے تخت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے ان سازشیوں میں سے ایک ملکہ کا وزیر تھا اور دوسرا درباری جوتشی تھا۔ ماریا نے ملکہ کی آواز سنی تو جلدی سے اس کے پاس آگئی۔ ملکہ روم اپنے شاندار پلنگ کے پاس رات کا ریشمی لباس پہنے ٹہل رہی تھی۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی۔

ماریا نے کہا:

"میں تمہارے پاس ہوں ملکہ"

ملکہ نے پوچھا:

"اے آسمانی روح کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ کون لوگ تھے، جنہوں نے مجھے زہر دے کر ہلاک کرنے کی سازش کی تھی؟"

ماریا نے کہا:

"میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہیں۔ مگر میں ان کی شکلیں دیکھ کر پہچان سکتی ہوں"

ملکہ نے کہا:

"اب رات ہے۔ کیا تم صبح دربار میں آکر مجھے ان لوگوں کے چہرے دکھا سکتی ہو اے مقدس روح؟"

ماریا نے جواب دیا:

"کیوں نہیں ملکہ! اب تم آرام کرو۔ میں صبح دربار میں آؤں گی"

ملکہ نے پھر پوچھا:

"مگر مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ تم دربار میں آگئی ہو؟"

ماریا نے مسکرا کر کہا:

"اے ملکہ! میں اسی طرح تمہارے کان میں آکر کہوں گی کہ میں آگئی ہوں"

ملکہ نے ماریا کا شکریہ ادا کیا اور پلنگ پر ریشمی کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔ ماریا کچھ دیر بالکونی میں کھڑی باہر ستاروں کی روشنی میں نظر آتے درختوں کو تکتی رہی۔ اسے عنبر اور ناگ کا خیال آ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ تاریخ انہیں ایک دم سے کتنی سو سال پیچھے لے گئی ہے۔ عنبر اور ناگ بھی کتنی سو برس پیچھے جا کر کسی نہ کسی ملک میں نمودار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو گئے ہوں گے۔ مگر وہ کس ملک میں ہوں گے؟ کس
حال میں ہوں گے؟ ان سے کب اور کیسے ملاقات ہو
گی؟ بس یہی سوال ماریا کے ذہن میں چکر لگا رہے تھے۔
وہ ملکہ کی بھی حفاظت کرنا چاہتی تھی۔ مگر سونے سے پہلے
ملکہ نے چار حبشی غلاموں کو خواب گاہ کے باہر پہرے پر
لگا دیا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ وہاں محل میں رہنے کی بجائے
کیوں نہ وہ شہر روم کے پرانے گلی کوچوں کی سیر کرے۔
صبح کو دربار میں آ جائے گی۔ وہ واپس نکلنے لگی تو دیکھا کہ
ملکہ کے کمرے کا دروازہ بند تھا اور باہر حبشی غلام ننگی
تلواریں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ اس نے سوچا کہ اگر
دروازہ کھول کر باہر نکلی تو حبشی پریشان ہوں گے کہ
کون سی شے باہر نکل گئی ہے کہ جو نظر نہیں آئی۔ وہ ملکہ کو
جگا دیں گے اور ملکہ کی نیند پریشان ہو گی۔ یہ سوچ کر ماریا
نے فیصلہ کیا کہ وہ بالکونی سے نیچے اتر جائے گی۔ بالکونی زمین
سے کافی اونچی تھی مگر ماریا کے لیے کوئی مشکل بات نہیں
تھی۔ اس نے بالکونی سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ وہ درختوں
کے درمیان اتر گئی اور شاہی محل سے نکل کر آج سے
سینکڑوں برس پہلے کے روم شہر کے اندھیرے میں ڈوبے
ہوئے گلی کوچوں کی طرف نکل گئی۔

پیارے بچو! عنبر اسی شہر کے باہر ایک ٹیلے کے اوپر
کسی دیوتا کے بت کے نیچے چبوترے پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی
ماریا اور ناگ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ خدا جانے
تاریخ میں کتنے سو سال ایک دم پیچھے آ جانے کے بعد اب
ان سے کہاں ملاقات ہو گی۔ رات آہستہ آہستہ گذر رہی تھی
اس کے سامنے روم کا پرانا شہر رات کے اندھیرے میں
ڈوبا ہوا تھا کہیں کہیں مشعلوں کی ٹمٹماتی روشنی دکھائی دے
رہی تھی۔ عنبر کو کبھی نیند نہیں آتی تھی۔ مگر چونکہ وہ رات گذار
کر صبح شہر میں جا کر ماریا اور ناگ کو تلاش کرنا چاہتا تھا
اس لیے وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

جیسا کہ آپ نے پچھلی قسط میں پڑھا ہو گا کہ ناگ
دمشق کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس کی ہم بعد میں خبر لیں گے
کہ کتنے سو سال ایک دم سے پیچھے چلے جانے کے بعد وہ
کہاں پر جا نکلا۔ پہلے ہم ملکہ روم کے محل میں آتے ہیں کیونکہ
وہاں ایک بڑا ہی بھیانک خونیں کھیل کھیلا جانے والا ہے۔
ماریا نے بڑی غلطی کی تھی کہ ملکہ کو اکیلی چھوڑ کر آ گئی۔

روم کے وزیر اور درباری جوتشی نے ملکہ کو زہر دے کر
روم کے تخت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ کنیز پر نگاہ
رکھنے کے لیے انہوں نے ایک غلام کو پہلے ہی سے ملکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی خواب گاہ میں چھپا دیا تھا کہ اگر کہیں کنیز شاہی رعب میں آکر ملکہ کو زہر نہ دے سکے اور سارا راز بتانے کی کوشش کرے تو اسے فوراً تیر مار ہلاک کر دیا جائے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر غلام فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے جاتے ہی وزیر اور جوتشی کو بتا دیا کہ ملکہ کو زہر نہیں دیا جا سکا اور میں نے کنیز کو ہلاک کر دیا ہے۔ رومن وزیر کے ماتھے پر بل گئے تھے۔ اس نے غلام کو انگلی کے اشارے سے اپنے پیچھے آنے کو کہا اور اسے لے کر اپنے کمرے کے خفیہ تہہ خانے میں اتر گیا۔ اصل میں وہ حبشی غلام کو بھی ختم کر دینا چاہتا تھا تاکہ اس کی سازش کا یہ گواہ بھی زندہ نہ رہے۔

تہہ خانے میں ایک جگہ دیوار میں سوراخ تھا جس کے اندر سے مشک کافور کی بُو آ رہی تھی۔ وہاں کچھ روز ہوئے ملکہ کے ایک درباری کی لاش دفن کی گئی تھی۔

وزیر نے غلام سے کہا:

"اس سوراخ کے اندر جاؤ۔ وہاں تابوت میں سونے کا ایک کنگن لاش کے سرہانے رکھا ہے۔ وہ اُٹھا لاؤ"

غلام کی کیا مجال تھی کہ انکار کرتا۔ لپک کر سوراخ کے اندر داخل ہو گیا۔ ادھر غلام سوراخ کے اندر داخل ہوا ادھر

وزیر نے دیوار میں ایک خفیہ ہتھی کو پکڑ کر زور سے پیچھے کھینچ دیا۔ دیوار کا سوراخ پتھر کی ایک سل سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گیا۔ دیوار کے پیچھے سے غلام کی دبی دبی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"مالک! مجھے باہر نکالو۔ مالک میرا دم گھٹ رہا ہے مجھے باہر نکالو مجھ پر رحم کرو۔"

مگر وزیر تہہ خانے سے باہر نکل چکا تھا۔ غلام کی دبی دبی آوازیں رات کے پچھلے پہر تک دیوار کے پیچھے سے بلند ہوتی رہیں۔ مگر وہاں اس کی فریاد سننے والا بھلا کون تھا پھر یہ آوازیں آہستہ آہستہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئیں۔

آدھی رات ہو چکی تھی۔ وزیر تہہ خانے سے نکل کر سیدھا شاہی جوتشی کے پاس پہنچا۔ جوتشی زائچہ بنا کر حساب لگا رہا تھا۔ وزیر نے اس کے قریب جا کر کہا:

"آخر ایسا کیوں ہوا کہ تمہارا لگایا ہوا حساب غلط نکلا۔ تم نے تو کہا تھا کہ ملکہ آج رات مار دی جائے گی مگر وہ ابھی تک زندہ ہے!"

شاہی جوتشی نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا:

"وزیر صاحب! ستاروں کا حساب اب بھی مجھے یہی بتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا ہے کہ ملکہ سورج نکلنے سے پہلے پہلے مرجائیگی۔"

وزیر بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ بولا:

"مگر وہ ابھی تک زندہ ہے اور صبح ہونے میں چار گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں"

شاہی جوتشی نے زائچے کی پوٹلی تہہ کرتے ہوئے کہا:

"شاید یہ کام مجھے ہی کرنا ہوگا"

وزیر کے چہرے پر سے پریشانی کی لکیریں دور ہوگئیں۔ وہ خوش ہو کر کہنے لگا:

"کیا یہ کام تم کرو گے؟"

"یہ کام ستارے مجھ سے کروائیں گے۔ آپ بے فکر ہو جائیں میں ملکہ کے کمرے کی طرف جا رہا ہوں۔ آپ اسی جگہ میرا انتظار کریں"

شاہی جوتشی نے ستاروں کے حساب سے بنایا ہوا تانبے کا ایک چھوٹا سا شیطان کا پتلا نکال کر اس پر ملکہ کا نام لکھ کر اس کے ہاتھ میں تیز دھار والا چاقو پکڑا دیا۔ وزیر بے چینی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کیوں کہ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں رہ گئی تھی اور اس نے شاہی فوجوں کے جرنیل سے مل کر طے کر رکھا تھا کہ سورج نکلتے ہی وہ ملکہ کے قتل ہونے کا اعلان کر کے محل پر قبضہ کر لے اور ملکہ کی وفادار

فوجوں کو قتل کر دے۔ جوتشی نے ملکہ کا پتلا جیب میں رکھا اور یہ کہہ کر ملکہ کی خواب گاہ کی طرف چلا:

"یہ پتلا ملکہ کا کام تمام کر دے گا۔"

وزیر اس فوجی محل کی طرف چل دیا جہاں رومی فوجوں کا جرنیل صبح ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ تاکہ ملکہ کی موت کی خبر آئے اور وہ فوجوں کو حکم دے کہ محل پر قبضہ کر لیا جائے۔

ادھر ایسا ہوا کہ جب ماریا ملکہ کو اکیلا چھوڑ کر چلی گئی۔ تو پہلے تو ملکہ کو پتہ ہی نہ چل سکا کہ اس کی دوست روح چلی گئی ہے۔ ملکہ پریشان تھی۔ اسے اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وزیر اب دوسری بار اس کو قتل کرانے کی کوشش کرے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فوج اس کے ساتھ مل گئی ہو اور رومی سپاہی اس کا دروازہ توڑ کر اندر گھس آئیں اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ ملکہ روم کا بھولا بھالا معصوم چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ اس نے دو ایک بار دوست روح یعنی ماریا کو آوازیں دیں مگر ماریا وہاں ہوتی تو جواب دیتی۔ وہ تو اس وقت رات کے اندھیرے میں روم شہر کے گلی کوچوں میں گھوم پھر رہی تھی۔ دل میں یہ خیال لیے کہ شاید عنبر یا ناگ کی کسی جگہ سے خوشبو آ جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جب ملکہ کو یقین ہو گیا کہ نیک دل روح جا چکی ہے تو اس کے دل نے فوراً ایک فیصلہ کر لیا۔

ملکہ اپنے شاندار ریشمی سرہانوں والے پلنگ کے قریب آئی۔ سرہانوں کو درمیان میں جوڑ کر اوپر ریشمی کمبل یوں ڈال دیا کہ معلوم ہوتا تھا ملکہ سو رہی ہے۔ اس نے محل سے فرار ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اب اس کا دماغ بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ملکہ کے سونے کے کمرے میں سے ایک خفیہ راستہ شہر کی دیوار کے خفیہ دروازے کی طرف جاتا تھا۔ ایسے خفیہ راستے پرانے زمانے کے بادشاہ اپنے سونے کے کمروں میں ضرور بنوایا کرتے تھے تاکہ دشمن محل پر قبضہ کرلے تو عورتوں بچوں کو وہاں سے نکالنے میں مدد ملے اور اگر موقع ملے تو بادشاہ خود بھی فرار ہو سکے۔

ملکہ نے شمع بجھا دی۔ خواب گاہ میں اندھیرا ہو گیا۔ اب صرف بالکونی کی طرف سے ستاروں کی دھیمی روشنی اندر آ رہی تھی۔ ملکہ نے دیوار کے آگے گرا ہوا سرخ کم خواب کا بھاری پردہ ایک طرف ہٹا دیا۔ سرخ پتھروں کی اینٹوں میں ایک جگہ سونے کا بنا ہوا گول چھلا لٹک رہا تھا۔ ملکہ نے چھلے کو پکڑ کر ایک طرف ذرا سا جھٹکا دیا۔

دیوار میں فرش کے قریب ایک چوکور شگاف بن گیا۔ ملکہ نے موم بتی روشن کر کے ہاتھ میں تھامی اور شگاف میں نیچے کو جاتی سیڑھیوں پر آ کر رک گئی۔ اس نے چوتھی سیڑھی کے ایک پتھر پر آہستہ سے پیر مارا۔ شگاف بند ہو گیا۔ ملکہ سیڑھیاں اتر گیا۔ سامنے ایک تنگ راستہ بائیں طرف گھوم گیا تھا۔ ملکہ اس غار میں بہت عرصہ ہوا ایک بار اپنے باپ روم کے بادشاہ کے ساتھ آئی تھی۔ روم کے بادشاہ نے اپنی بیٹی کو یہ غار اس لیے دکھایا تھا کہ اگر کبھی اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اس راستے سے فرار ہو کر اپنی جان بچائے۔ ملکہ موم بتی تھامے غار میں آگے بڑھ رہی تھی۔

غار کی ہوا صاف نہیں تھی۔ ملکہ کو سانس لینے میں مشکل پیش آ رہی تھی مگر یہ اس کی زندگی اور موت کا معاملہ تھا۔ وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ موم بتی کی روشنی بھی اس کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔ غار کا فرش پتھریلا تھا۔ مگر پتھر کی اینٹیں کہیں کہیں سے اکھڑی ہوئی تھیں۔ ملکہ سنبھل سنبھل کر چل رہی تھی۔ دو تین موڑ گھومنے کے بعد ملکہ کو غار میں تازہ اور ٹھنڈی ہوا کا احساس ہوا۔ وہ سمجھ گئی کہ شہر کی دیوار کا خفیہ دروازہ آنے ہی والا ہے۔ یہ تازہ ہوا خفیہ دروازے کے نیچے لگے ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خفیہ جھرنوں میں سے غار میں آ رہی تھی۔ غار ختم ہو گئی۔ سامنے دیوار آ گئی۔ یہاں ایک طرف سے تازہ اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔ ملکہ اس طرف آ گئی۔ یہاں سیاہ پتھروں سے بنائی گئی جالیاں دیوار میں لگی تھیں۔ ہوا ان میں سے آ رہی تھی۔ ملکہ نے ایک جگہ سے جالی کو اپنی طرف کھینچا۔ جالی کے کھنچتے ہی اس کے اوپر ایک شگاف بن گیا۔ ملکہ نے شگاف میں سے باہر دیکھا۔ باہر رات کے گہرے نیلے آسمان پر تارے چمک رہے تھے اور پھولوں درختوں اور سبزے کی خوشبو والی ہوا کے جھونکے چلے آ رہے تھے۔ ملکہ جلدی سے شگاف سے باہر نکل آئی۔ وہ راتوں رات شہر سے دور نکل جانا چاہتی تھی۔ روم شہر میں اس کے لیے کسی جگہ پناہ لینا خطرناک ہو سکتا تھا۔ اگرچہ شہر میں اس کی شاہی دایہ کی ایک پرانی حویلی تھی اور وہ اس حویلی میں جا کر پناہ لے سکتی تھی۔ مگر ملکہ کو خوب معلوم تھا کہ صبح جب وزیر کو پتہ چلے گا کہ ملکہ محل سے فرار ہو گئی ہے۔ تو اس کی تلاش جگہ جگہ چھاپے مارے جائیں گے اور شاہی دایہ تو سب سے پہلے تلاشی لی جائے گی۔

ملکہ روم نے دیوار کے خفیہ دروازے کو پھر سے بند کر دیا۔ آسمان پر مشرق کی طرف ستارے پھیکے پڑنا شروع ہو گئے تھے اور پو پھٹنے ہی والی تھی۔ وقت بڑا نازک تھا۔ ملکہ نے سوچا کہ وہ جتنا بھی تیز بھاگ لے صبح ہونے تک شہر سے دو تین کوس سے زیادہ دور نہیں جا سکے گی اور یہ کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ رومی فوج کے سپاہی گھوڑے دوڑاتے بہت جلد اسے آن دبوچیں گے۔ پھر وہ کیا کرے؟ ملکہ کا دماغ بڑی تیزی سے اپنے بچاؤ کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ اب وہ صرف یہ چاہتی تھی کہ کسی جگہ دن بھر چھپی رہے اور جب ایک بار پھر رات کی تاریکی پھیلے تو کہیں سے کوئی گھوڑا حاصل کر کے اندھیرے میں محل سے دور نکل جائے اور راتوں رات سفر کر کے ملک سمرنا میں داخل ہو جائے۔ سمرنا کا بادشاہ روم کی ملکہ کا رشتے دار تھا۔ وہ سارا دن غار کے اندر بھی چھپی رہ سکتی تھی۔ لیکن اس میں ایک خطرہ تھا۔ ملکہ کو معلوم تھا کہ وزیر کو اس خفیہ راستے کا پتہ ہے اور وہ ضرور اسے تلاش کرتا ہوا غار میں آئے گا۔

ملکہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اور صبح کی روشنی آسمان پر پھیلنے لگی تھی۔ اچانک ملکہ کے دماغ میں ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خیال بجلی کی طرح چمکا۔ وہ اٹھی اور اس نے شہر کی دیوار کی جھاڑیوں میں سے نکل کر شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ بنی ہوئی کھائی کے ساتھ مشرق کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ کھائی میں پانی بھرا ہوا تھا اور یہ کوئی دو مرد گہری تھی۔ ملکہ تیز تیز چلی جا رہی تھی۔ ایک جگہ دیوار کے اوپر مشعل روشن تھی اور دو رومی سپاہی نیزے اٹھائے چل پھر کر پہرہ دے رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کی باتیں بھی کر رہے تھے۔

ملکہ یہاں دیوار کے بالکل ساتھ لگ کر دبے پاؤں آگے نکل گئی۔ وہ کسی جگہ سے پانی سے بھری ہوئی کھائی پار کرنا چاہتی تھی۔ ایک جگہ چھوٹا سا پل بنا ہوا تھا۔ اس پل پر سے رات کے وقت شہر کا کوڑا کرکٹ چھکڑوں پر لاد کر شہر سے باہر لے جایا جاتا تھا۔ ملکہ نے یہاں سے کھائی پار کی اور درختوں کے بیچوں بیچ جاتی ایک کچی سڑک پر آ گئی۔ اب وہ بھاگ رہی تھی۔ ہر طرف خاموشی تھی اور کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار رہا تھا۔ ملکہ ان سب راستوں کو جانتی تھی۔ سڑک پر بائیں جانب ایک پتھریلا راستہ ٹیلے کی طرف جاتا تھا۔ یہ وہی ٹیلہ تھا جس کے اوپر ایک طرف دیوتا اپالو کا بہت بڑا بت کھڑا تھا اور اس

کے چبوترے پر عنبر رات گذارنے کے لیے پڑا اونگھ رہا تھا۔

ملکہ ٹیلے کی چڑھائی چڑھنے لگی۔ وہ تھک گئی تھی۔ اس کا سانس پھول رہا تھا۔ بے چاری نے بھلا ایسی مشقت کب کی تھی۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ انسان کو عیش و آرام کا عادی نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ کوئی پتہ نہیں آج کا دولت مند آدمی کل کو مارا مارا پھر رہا ہو۔ پو پھٹ رہی تھی۔ صبح کی ہلکی ہلکی روشنی میں سامنے درختوں کا ایک بہت بڑا جھنڈ دکھائی دیا۔ اس کے ارد گرد دیوار بنی ہوئی تھی۔ یہ روم کے بادشاہوں کا شاہی قبرستان تھا لیکن ایک عرصے سے اب یہاں شاہی مردوں کو دفن نہیں کیا جاتا تھا۔ اب بادشاہوں اور امیروں وزیروں کے مردوں کو شہر کے اندر ہی ایک شاہی قبرستان میں دفنایا جاتا تھا۔ ملکہ قبرستان کے پرانے دروازے میں سے قبرستان میں داخل ہو گئی۔ پرانی قبروں پر گھاس اُگ رہی تھی پتھروں کے کتبے دھوپ اور بارش میں سیاہ پڑ گئے تھے۔ ایک موٹا سا چوہا کسی قبر میں سے نکل کر ایک طرف کو بھاگ گیا۔ ملکہ کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ مگر موت کا خوف اسے قبروں کی طرف لے جا رہا تھا۔ صبح ہو رہی تھی۔ اچانک شاہی محل کی طرف سے توپ کے گولے چلنے کی آوازیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئیں اور پھر یوں شور سا سنائی دیا جیسے محل میں بلوہ ہو گیا ہو۔ ملکہ تیز تیز چلنے لگی۔ وہ سمجھ گئی کہ اس کے فرار کا علم ہو گیا ہے اور محل پر وزیر کے سپاہیوں نے قبضہ کرنے کے لیے وفادار سپاہیوں سے جنگ شروع کر دی ہے۔ اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

سامنے ایک بہت بڑے چبوترے پر قبر بنی تھی چبوترے کے نیچے تنگ راستہ اندر جاتا تھا۔ ملکہ اس میں سے اندر داخل ہو گئی۔ یہاں ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس کے درمیان میں اس کے چچا کا تابوت رکھا تھا۔ ملکہ نے سیڑھیوں کے آگے جھاڑیاں اٹھا کر ڈال دیں تاکہ باہر سے راستہ نظر نہ آئے اور چچا کے تابوت کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئی اور خدا کے آگے دعائیں کرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

○

اب ذرا محل میں آتے ہیں جب ملکہ اپنے سونے کے کمرے سے نکل گئی تو تھوڑی دیر بعد شاہی جوتشی اس کے کمرے کے دروازے پر آ کر رک گیا۔ اس نے پہرے پر کھڑے غلاموں کو بلا کر شاہی مہر دکھائی اور انہیں وہاں

سے چلتا کر دیا۔ پھر اس نے جیب سے خاص چابی نکال کر دروازے کو آہستہ سے کھولا اور تانبے کا پتلا جس کے ہاتھ میں چاقو تھا ملکہ کے کمرے میں داخل کر دیا۔ پتلا ہاتھ بھر کا ہو گا۔ وہ رک رک کر چلتا، ملکہ کے شاندار پلنگ کے پاس آ گیا۔ پھر اچھل کر گیند کی طرح ملکہ کے سرہانے پر سوار ہوا اور دھڑا دھڑ اس جگہ چاقو مارنے لگا جہاں ملکہ کا سر ہوا کرتا تھا۔ کیوں کہ اب تو ملکہ وہاں پر تھی ہی نہیں۔

کچھ وقت گذرا تو دروازے کے باہر کھڑے شاہی جوتشی کو خیال آیا کہ کیا وجہ ہے ملکہ کی چیخوں کی آوازیں نہیں آ رہی ہیں۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ تانبے کا پتلا پلنگ پر چڑھا کمبل کے نیچے سرہانے پر چاقو مارے جا رہا ہے اور سرہانے میں سے سنبل نکل نکل کر باہر گر رہا ہے۔ شاہی جوتشی نے لپک کر پتلے کو گردن سے پکڑ کر زمین پر پٹخ اور کمبل پرے اچھال دیا۔ نیچے ملکہ کی جگہ سرہانے رکھے ہوئے تھے۔ شاہی جوتشی غصے اور خوف سے کانپنے لگا۔ کیوں کہ اب اس کی خیر نہیں تھی۔ وزیر اب اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ مگر وزیر کے پاس جانے کے سوا دوسرا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ بھاگم بھاگ وزیر کے پاس پہنچا تو جو رومی فوج کے جرنیل سے مل کر ابھی ابھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

واپس آیا تھا اور اسے کہہ آیا تھا کہ ملکہ قتل کی جا رہی ہے حملے کے لیے تیار رہے۔

اس نے شاہی جوتشی کو آتے دیکھا تو کہا:

"سب ٹھیک ہے کیا؟"

جوتشی نے سر جھکا کر کہا:

"زائچے کا حساب الٹا پڑ گیا۔ وزیر صاحب! ملکہ فرار ہو چکی ہے۔"

وزیر کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے شاہی جوتشی کی طرف دیکھا پھر قریب آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا:

"شاہی جوتشی! ہم تمہاری وفاداری پر کبھی شک نہیں کریں گے کوئی بات نہیں۔ حساب الٹا پڑ گیا ہے تو کیا ہوا۔"

شاہی جوتشی بڑا خوش ہوا کہ اس کا قصور معاف کر دیا گیا ہے لیکن اچانک اسے ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور پھر اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ اس کی زبان لکڑی کی طرح خشک ہو کر تالو سے لگ گئی اور وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ وزیر کا زہر بھرا چھوٹا خنجر اپنا کام کر چکا تھا۔

شاہی جوتشی کی لاش کو وہیں چھوڑ کر وزیر ایک بار پھر شاہی جرنیل کے محل کی طرف بھاگا۔ شاہی جرنیل ملکہ کے قتل کی خبر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب وزیر نے آ کر بتایا کہ ملکہ فرار ہو گئی ہے تو شاہی جرنیل نے نیام سے تلوار کھینچ کر کہا:

"دیوتا اپالو ہمارے ساتھ ہے۔ ہم محل پر قبضہ کریں گے اور ملکہ کو بھی تلاش کر کے سولی پر لٹکائیں گے۔"

وزیر کی جان میں جان آئی۔ شاہی جرنیل نے اسی وقت محل پر حملے کا حکم دے دیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ ملکہ روم شاہی قبرستان میں بڑی قبر کے چبوترے میں اترنے والی تھی کہ اسے محل کی طرف سے توپوں کے چلنے اور لوگوں کے ہلکے ہلکے شور و غل کی آوازیں سنائی دی تھیں۔

توپوں اور محل سے اٹھتے شور و غل کی ہلکی ہلکی آوازیں عنبر نے بھی سنیں اور ماریا نے بھی سنیں۔ عنبر اپالو دیوتا کے ٹیلے پر چبوترے پر بیٹھا یونہی اپنے مزے کے لیے اونگھ رہا تھا اور ماریا روم کے پرانے شہر کی ایک حویلی کے باہر بنے ہوئے چبوترے پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ وہ دیر سے اسی طرح بیٹھی عنبر اور ناگ کے بارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں سوچ رہی تھی کہ خدا جانے وہ کہاں ہوں گے اور ان کا یہ واپسی کا پانچ ہزار برس کا سفر کب ختم ہو گا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ لوگ روم کے بادشاہوں کے زمانے میں آ گئے ہیں اور اب پیچھے یونان اور بابل دنینوا کا دور آئے گا اور پھر وہ اس پرانے زمانے سے گذر کر قدیم مصر کے زمانے میں پہنچ جائیں گے اور ان کا واپسی کا سفر ختم ہو جائے گا۔ کسی وقت اسے روم کے محل میں لیٹی ملکہ کا خیال آ جاتا کہ اس پر دوبارا حملہ نہ کر دیا جائے ماریا سوچنے لگی کہ اسے ملکہ کو اکیلی چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔ وہ انہی خیالوں میں گم تھی اور صبح کی پھیکی پھیکی سفید سی روشنی گلی کوچوں میں اترنے لگی تھی کہ اچانک محل کی طرف سے توپوں کی دھائیں دھائیں اور شور وغل کی آوازیں سنائی دیں۔

وہ چوکنی ہو گئی۔ ضرور محل میں کوئی گڑ بڑ ہے۔ اچانک اسے خیال آیا کہ ملکہ کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ شہر کی گلیوں سے نکل کر محل کی طرف بھاگی۔ اب دن نکل آیا تھا اور شہر کے لوگ مکانوں سے نکل کر محل کی طرف اشارے کر رہے تھے جہاں سے توپوں کی آوازیں ابھی تک آ رہی تھیں پھر توپوں کی آوازیں بند ہو گئیں اور رومی سپاہی گھوڑوں پر سوار شہر میں آ گئے اور ہنٹر مار مار کر لوگوں کو ان کے گھروں میں جانے کا حکم دینے لگے۔ ماریا کو نہ تو وہ دیکھ سکتے تھے اور نہ اسے ان کا کوئی ہنٹر لگ سکتا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے محل میں پہنچ گئی۔ یہاں اب لڑائی بند ہو چکی تھی۔ ملکہ کے وفادار سپاہی اپنی جانیں قربان کر چکے تھے اور محل پر وزیر اور شاہی جرنیل کی فوجوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ ماریا کو جلد معلوم ہو گیا کہ ملکہ محل سے فرار ہو چکی ہے۔ اسے خوشی ہوئی کہ معصوم اور نوجوان ملکہ ان ظالموں کے پنجے سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔

ماریا کو اب یہ سوال پریشان کرنے لگا کہ وہ کہاں چھپی ہو گی اور کہیں پھر ان ظالموں کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ کیوں کہ اس نے محل میں آ کر دیکھ لیا تھا کہ ہر کوئی ملکہ کی تلاش میں تھا اور سپاہیوں کے خاص دستے ملکہ کو ڈھونڈنے کے لیے چاروں طرف روانہ کر دیئے گئے تھے۔ ملکہ بے گناہ تھی۔ وزیر اس کی جان کا دشمن تھا۔ ماریا ہر حالت میں ملکہ کی جان بچانا چاہتی تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ ملکہ جان بچانے کے لیے کہاں گئی ہو گی۔ محل میں وہ نہیں چھپ سکتی تھی۔ خفیہ تہہ خانوں میں وہ نہیں چھپ سکتی تھی کیوں کہ محل کے خفیہ تہہ خانوں کا وزیروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو بھی علم ہوا کرتا ہے۔ ظاہر ہے وہ محل سے نکل کر رات کو فرار ہوئی ہو گی۔ اور ملکہ کو یہ بھی اچھی طرح سے معلوم ہو گا کہ وہ زیادہ دور نہیں جا سکے گی۔ ماریا اس نتیجے پر پہنچی کہ ہو نہ ہو ملکہ شہر سے باہر یا شہر میں کسی جگہ چھپی ہوئی ہو گی۔ ماریا نے سب سے پہلے ملکہ کو شہر میں تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیوں کہ وہ شاہی محلوں کی سازشیں دیکھتی چلی آئی تھی اور خوب جانتی تھی کہ شہر میں بادشاہوں کے بعض ایسے وفا دار ملازم رہا کرتے ہیں جو انہیں مصیبت کے وقت پناہ دیتے ہیں۔ اب سوال یہ تھا کہ شہر میں ملکہ کا وفا دار غلام کون ہو سکتا ہے۔ ماریا جس حویلی کے چبوترے پر رات بھر پڑی رہی تھی وہ بڑی شاندار حویلی تھی۔ صاف لگتا تھا کہ وہ کسی شاہی ملازم کی حویلی ہے۔ ماریا نے سوچا کہ کیوں نہ اسی حویلی میں جا کر ملکہ کو دیکھا جائے۔ ہو سکتا ہے رات کو ملکہ کسی خفیہ راستے سے اس حویلی میں چلی آئی ہو۔ ماریا محل سے نکل کر حویلی کی طرف روانہ ہو گئی۔

دوسری طرف ملکہ روم شاہی قبرستان میں اپنے چچا کی قبر کے اندر تابوت کے پاس اسی طرح بیٹھی تھی۔ موت اسے سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ اگرچہ اس نے تہہ خانے

کے دروازے کو جھاڑیوں سے ڈھانپ دیا تھا۔ پھر بھی اسے دھڑکا لگا کہ کسی بھی وقت باغی سپاہی اندر آ کر اسے گرفتار کر لیں گے اور وزیر کے حکم سے اسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ لیکن وہ ملکہ تھی۔ بادشاہ کی بیٹی تھی۔ اور اعلیٰ خاندان کے لوگ مصیبتوں میں گھبرایا نہیں کرتے اور اگر وقت آ جائے تو اپنی آن اور عزت پر جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔ ملکہ سر جھکائے بیٹھی خدا کو یاد کر رہی تھی اور اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر رکھا تھا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

دن کی روشنی روم شہر کے گلی کوچوں اور باغوں میں پھیل گئی تھی۔ محل کے سنہری برج اور سنگ مرمر کی دیواریں دھوپ میں دور سے چمکتی دکھائی دے رہی تھیں۔ شہر کی طرف سے اب شور و غل کی آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں۔

عنبر نے سوچا کہ چل کر ایک تو شہر کا حال معلوم کیا جائے دوسرے ماریا کا کھوج لگایا جائے۔ ہو سکتا ہے وہ بھی اسی شہر میں گھوم پھر رہی ہو۔

عنبر اپالو دیوتا کے چبوترے سے اتر کر ٹیلے کی کچی پگ ڈنڈی پر چل پڑا۔ یہ پگ ڈنڈی اسی شاہی قبرستان کے دروازے کے سامنے سے گذرتی تھی جس میں روم کی مفرور ملکہ چھپی ہوئی تھی۔ ابھی عنبر قبرستان کے نزدیک ہی پہنچا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ اسے دور سے کچھ گھوڑ سوار آتے دکھائی دیئے۔ سمجھ گیا کہ رومی سپاہی اس کی تلاش میں نکلے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک غلام تھا اور پھانسی کے پھندے سے نکل بھاگا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ بھاگنے کی کیا ضرورت ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ وہ کچے راستے سے ہٹ کر قبرستان کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اتنے میں گھوڑ سوار اس کے قریب آ گئے۔ جو سپاہی سب سے آگے تھا اس نے گھوڑا روکا اور عنبر کی طرف دیکھ کر کرخت آواز میں پوچھا:

"کیا تم نے کسی عورت کو ادھر سے بھاگ کر جاتے دیکھا ہے"

عنبر نے جواب دیا:

"میں نے کسی عورت کو نہیں دیکھا"

"تم کون ہو۔ کہاں سے آ رہے ہو؟" گھوڑ سوار نے پوچھا

عنبر نے کہا:

"میں مسافر ہوں جڑی بوٹیوں کا کام کرتا ہوں۔ ان کی تلاش میں ٹیلے میں گھوم رہا ہوں"

گھوڑ سوار نے سپاہیوں کو حکم دیا:

"اس پرانے قبرستان میں اسے تلاش کرو"

اور پانچوں سپاہی اپنے سردار سمیت گھوڑوں پر سوار

پرانے قبرستان کے دروازے میں داخل ہو گئے۔ عنبر نے سوچا کہ یہ رومی سپاہی کس عورت کی تلاش میں ہو سکتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب روم کے بادشاہ عیسائیوں پر بڑے ظلم و ستم ڈھایا کرتے تھے۔ عنبر کو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ کسی عیسائی راہبہ کی تلاش میں ہوں جو بیچاری ان ظالموں سے جان بچائے کسی جگہ چھپی ہو۔ عنبر کے دل میں اس عیسائی خاتون کے لیے جس کو ابھی اس نے دیکھا بھی تھا بڑا رحم پیدا ہوا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اگر عیسائی خاتون کو رومی سپاہیوں نے تلاش کر لیا تو وہ خاتون کی مدد کرے گا اور ان ظالموں سے اسے بچا لے گا۔ عنبر آگے جانے کی بجائے قبرستان کی ڈیوڑھی میں آ کر تاریک اندھیری سیڑھیاں چڑھ کر ڈیوڑھی کی چھت پر آ گیا۔ چھت پر دیوار کے ٹوٹے پھوٹے برج پڑے تھے۔ عنبر ایک برج کے پیچھے چھپ کر رومی سپاہیوں کو دیکھنے لگا جو اپنے گھوڑوں کے سموں سے قبرستان کی قبروں کو لتاڑ رہے تھے۔ ان کی تلواریں ان کے لوہے کے زرہ بکتر سے ٹکرا کر بج رہی تھیں۔ وہ عنبر کے خیال کے مطابق عیسائی خاتون کو تلاش کر رہے تھے جو انہیں کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سپاہیوں کے سردار نے ہاتھ بلند کر کے کہا:

"دریا کے پار والے جنگل کی طرف چلو۔ یہاں وہ کہیں نہیں ہے۔"

رومی سپاہی گھوڑے لیے اپنے سردار کے پیچھے پیچھے قبرستان کی ڈیوڑھی سے نکل کر دریا کی طرف روانہ ہو گئے جب سپاہی کافی دور چلے گئے تو عنبر چھت سے اتر آیا۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ ہو سکتا ہے عیسائی خاتون کسی دوسرے شہر کی طرف نکل گئی ہو اگر وہ قبرستان میں چھپی ہوتی تو سپاہی اسے ضرور تلاش کر لیتے۔

عنبر نے عیسائی خاتون کا خیال دل سے نکال دیا۔ وہ ماریا کی کھوج میں روم شہر میں ایک بار پھر جانا چاہتا تھا۔ اس کے وہاں پکڑے جانے کا بھی خطرہ تھا۔ مگر ماریا کا کھوج لگانا بھی بڑا ضروری تھا۔ یہ سوچ کر عنبر اٹھنے ہی لگا تھا کہ اس نے ایک جنگلی بھیڑیئے کو دیکھا کہ ایک جگہ سے جھاڑیاں پیچھے ہٹانے کی کوشش میں لگا ہے۔ وہ غرا بھی رہا ہے۔

عنبر جانوروں اور درندوں کی خصلت سے خوب واقف تھا۔ فوراً سمجھ گیا کہ ان جھاڑیوں کے پیچھے یا تو کوئی انسان چھپا ہے یا کسی انسان کی تازہ لاش چھپائی گئی ہے۔

وہ جھاڑیوں کی طرف چلا۔ بھیڑیا عنبر کو دیکھ کر اس پر

جھپٹا۔ عنبر نے اسے ٹانگ سے پکڑ کر دو بار گھمایا اور پھر پوری طاقت سے اچھال دیا۔ بھیڑیا درختوں کے اوپر سے ہو کر قبرستان سے دور گھاٹی میں جا گرا۔

عنبر نے جھاڑیاں پیچھے ہٹائیں تو اسے یوں لگا کہ کسی نے جھاڑیوں کو اندر سے پکڑ کر پھر آگے کر دیا ہے۔

عنبر نے کہا:

"کیا تم بے گناہ عیسائی خاتون ہو؟"

ملکہ نے یہ جملہ سنا تو اسے کچھ حوصلہ ہوا کہ ایک تو رومی سپاہی باہر نہیں تھا اور دوسرے یہ کوئی عیسائیوں کا ہمدرد تھا۔

"میں عیسائی خاتون نہیں ہوں۔ مگر میں بے گناہ ہوں۔"

ملکہ یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ ہاں میں بے گناہ عیسائی خاتون ہوں۔ مگر پیارے بچو! اعلیٰ خاندان اور بلند کردار کے لوگ جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ اس لیے ملکہ نے سچ سچ کہہ دیا کہ وہ عیسائی خاتون نہیں ہے۔ عنبر نے جھاڑیاں پرے ہٹا دیں اور کہا:

"تم جو کوئی بھی ہو باہر آ جاؤ۔ جو سپاہی تمہاری تلاش میں آئے تھے جا چکے ہیں اور میں تمہارا ہمدرد ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملکہ روم اگرچہ رات کے لباس میں محل سے بھاگی تھی اور اس نے چلتے چلتے نیلے رنگ کی چادر اوڑھ لی تھی۔ مگر ملکہ کی معمولی چادر بھی بڑی قیمتی اور خوبصورت تھی۔ اس کا رات کو پہنا جانے والا لباس بھی بڑا قیمتی تھا۔ شکل صورت اور لباس سے وہ اس پریشانی کی حالت میں بھی ملکہ یا شاہی خاندان کی خاتون لگتی تھی، وہ تابوت والے تہہ خانے سے باہر آ گئی۔ رات بھر جاگنے اور خوف سے اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ عنبر اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ کوئی معمولی عورت نہیں ہے۔ ملکہ نے بھی عنبر کو غور سے دیکھا۔ عنبر نے ملکہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے جھاڑیوں سے باہر نکالا۔ ملکہ نے قبرستان میں چاروں طرف دیکھا:

"کیا وہ چلے گئے؟"

"ہاں مگر رومی سپاہی تمہیں کیوں ڈھونڈ رہے تھے کیا تم نے کوئی جرم کیا ہے؟ مگر شکل صورت اور لباس سے تم بلند کردار کی عورت نظر آتی ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کون ہو؟"

ملکہ نے گہری نظروں سے عنبر کو دیکھا اور بولی:

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور اگر میں تمہیں اپنا

راز بتاؤں گی تو تم اسے کسی کو بتاؤ گے تو نہیں؟ کیوں کہ اس وقت مجھے ایک ہمدرد راز دار کی مدد کی ضرورت ہے۔"

عنبر نے کہا:

"اے خاتون! تمہارا راز میرے دل میں رہے گا اور مجھے اپنا ہمدرد سمجھو۔"

ملکہ روم نے کہا:

"تو پھر سنو۔ میں روم کی ملکہ ہوں۔"

عنبر بڑا حیران ہوا۔ اسے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کوئی اعلیٰ یا شاہی خاندان کی عورت ہے مگر یہ اسے کبھی خیال نہیں آیا تھا کہ وہ روم کی ملکہ ہو گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خفیہ لفظ

ملکہ نے شروع سے آخر تک ساری داستان بیان کر دی۔

عنبر کو اب معلوم ہوا کہ رات کے پچھلے پہر محل کی جانب سے توپوں کے دھماکوں اور شور و غل کی آوازیں آئی تھیں ان کا مطلب کیا تھا۔ اس نے ملکہ کو حوصلہ دیا اور کہا کہ وہ ہر طرح سے اس کی مدد کرے گا۔ ملکہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"تم بھی میری طرح سے بے بس و کمزور انسان ہو۔ اگر رومی سپاہیوں کی مجھ پر نظر پڑ گئی تو وہ میرے ساتھ تجھے بھی مار ڈالیں گے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ میں بھی تمہاری طرح کا کمزور انسان ہوں مگر زندگی موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

ملکہ بولی:

"اگر کسی طرح تم مجھے روم کی سرحد پار کرا دو تو میں ملک سمرنا نکل جاؤں گی جہاں میرے باپ کا خالہ زاد بھائی حکومت کرتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"میں تمہیں سرحد پار کرا دوں گا ملکہ! یہ میرا تم سے وعدہ رہا۔ مگر ابھی تمہیں اسی جگہ چھپے رہنا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم رات کے اندھیرے میں یہاں سے نکلیں تم یہیں ٹھہرو۔ میں تمہارے لیے شہر سے کچھ کھانے پینے کو لاتا ہوں اور شہر کا حال بھی معلوم کرتا ہوں۔"

عنبر نے ملکہ روم کو تابوت والے تہ خانے میں چھوڑا تہہ خانے کے منہ کو جھاڑیوں اور پتھروں سے اس طرح ڈھانپ دیا کہ پھر کوئی بھیڑیا اس کے اندر داخل نہ ہو سکے اور خود خدا کا نام لے کر روم شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے پاس چند ایک رومی سکے باقی تھے۔ اسے اپنے پکڑے جانے کا بھی خطرہ تھا۔ مگر ملکہ بھوکی پیاسی تھی۔ اس کے لیے روٹی اور پانی لانا بھی ضروری تھا اور پھر ماریا کا بھی شہر جا کر کھوج لگانا تھا۔

عنبر نے چادر سر کے گرد لپیٹ کر آدھا چہرہ ڈھانپ لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہر زیادہ دور نہیں تھا۔ شہر کے دروازے کھلے تھے مگر ملک کے فرار کی وجہ سے شہر سے باہر نکلنے والے اور شہر میں داخل ہونے والے ہر شخص کی پڑتال کی جاتی تھی۔ عنبر کے لیے یہ ایک اور مصیبت تھی۔ یہاں وہ پکڑا جا سکتا تھا۔ مگر جانا بھی ضروری تھا۔ عنبر نے خدا کا نام لیا اور شہر کے دروازے پر آ گیا۔ اس کے آگے آگے کچھ ایرانی مصری اور حبشی لوگ سبزیاں دودھ اور اناج گدھوں پر لادے پڑتال کروانے کے بعد شہر میں داخل ہو رہے تھے۔ عنبر نے ایک گدھے کے اوپر لدا ہوا ساگ کا گٹھا اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ گدھے کے مالک کو کوئی خبر نہ ہوئی پہریدار نے عنبر کو غور سے دیکھا۔ عنبر نے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گونگوں کی طرح کہا:

"او غاں آؤ آؤ غاں غاؤں"!

رومن پہرے دار سمجھ گیا کہ غلام ہے اور کھیتوں سے سبزیاں لا رہا ہے۔ اس نے عنبر کی گردن پر مکا مار کر کہا:

"چلو اندر الو کی دم"

اور عنبر شہر کے دروازے میں سے گذر کر شہر میں

داخل ہو گیا۔ سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ بھیڑ میں اس شخص کو تلاش کیا جس کے گدھے پر سے اس نے ساگ کا گٹھا اٹھایا تھا۔ گدھا عنبر کو نظر آ گیا۔ وہ لپک کر وہاں گیا اور ساگ گدھے کے اوپر رکھ دیا۔ اب گدھے کے مالک کی عنبر پر نگاہ پڑی۔

"یہ کیوں اٹھا رہے تھے" اس نے گرج کر کہا:

عنبر بولا:

"اٹھا نہیں رہا تھا۔ رکھ رہا تھا"۔

"تم نے ضرور اٹھایا ہوگا جو اسے رکھ رہے تھے" مالک بولا

عنبر نے کہا:

"نہیں بھائی! میں تو اٹھا کر دیکھ رہا تھا کہ کتنا بھاری ہے۔ کیا لو گے اس ساگ کے گٹھے کا؟"

مالک کہنے لگا:

"چلو اپنا راستہ لو۔ آیا بڑا ساگ خریدنے والا۔ یہ دکانداروں کے لیے ہے تمہارے لیے نہیں۔

عنبر نے مسکرا کر سلام کیا اور خوش ہوا کہ مصیبت سے پیچھا چھوٹا۔ کیوں کہ اگر وہ شور مچا دیتا تو عنبر کو چوری کے الزام میں فوراً پکڑ لیا جاتا۔ عنبر نانبائی کی دکان تلاش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنے لگا تاکہ ملکہ کے لیے نان گوشت اور پانی کی چھاگل خریدے۔

ماریا بھی اسی شہر کے ایک محلے میں تھی۔ مگر کس حالت میں تھی؟

ایسا ہوا کہ ماریا جب ملکہ کا کھوج لگانے کے لیے اسی حویلی کے پاس آئی جس کے چبوترے پر وہ رات بھر پڑی رہی تھی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کا تانبے کا بڑا دروازہ بند ہے اور باہر ایک طرف دو عورتیں کھڑی باتیں کر رہی ہیں۔ وہ بڑے راز داری کے انداز میں باتیں کر رہی تھیں۔ ماریا ان کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی اور ان کی باتیں سننے لگی۔ ایک عورت دوسری عورت سے کہہ رہی تھی۔

"کسی کو بتانا مت۔ سارا شہر یہی کہتا ہے کہ ملکہ اسی حویلی میں اپنے وفادار بوڑھے غلام کے پاس چھپی ہے۔"

دوسری عورت بولی:

"یہاں سے بھاگ چلو۔ رومن سپاہی کوئی دم میں آتے ہی ہوں گے۔"

دونوں عورتیں ادھر اُدھر دیکھتی وہاں سے چلی گئیں۔

ماریا کو بہت حد تک یقین ہو گیا تھا کہ ملکہ اسی حویلی میں چھپی ہوئی ہے۔ اسے دروازہ کھلوانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تانبے کے بھاری بھرکم دروازے میں سے ایک روح کی طرح گزر کر دوسری طرف نکل گئی۔ دوسری طرف ایک لمبی ڈیوڑھی تھی۔ آگے چھوٹا سا صحن تھا جس میں فوارہ چل رہا تھا۔ سنگ مرمر کے برآمدوں میں کچھ خشک پتے بکھرے ہوئے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہاں کبھی کسی نے صفائی نہیں کی تھی۔ وہاں رہتا کوئی ضرور تھا۔ اگر حویلی خالی ہوتی تو فوارہ بند ہوتا۔ ماریا ایک طرف سے سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل میں آ گئی۔ یہاں کئی کمرے بند تھے جو کھلے تھے ان میں چیزیں پڑی تھیں مگر انسان کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ ملکہ اگر اس حویلی میں ہے تو اسے ضرور نیچے کسی تہہ خانے میں چھپایا گیا ہو گا۔

یہ سوچ کر ماریا سیڑھیاں اتر کر صحن کے برآمدے میں آ گئی اور تہہ خانے کو جانے والا راستہ تلاش کرنے لگی۔ وہ برآمدے سے نکل کر دوسرے برآمدے کی طرف جا رہی تھی کہ ایک بوڑھا آدمی ہاتھ میں روغنی روٹیوں کا طشت لیے دالان میں سے نکلا اور سیڑھیاں اُتر گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا نے سوچا کہ ہو نہ ہو یہ بوڑھا غلام ملکہ کے لیے روٹی لے کر جا رہا ہے۔ وہ ضرور نیچے تہہ خانے میں چھپی ہوگی۔ ماریا بھی سیڑھیوں کی طرف لپکی۔ بوڑھا غلام غائب ہو چکا تھا۔ سیڑھیوں میں اوپر اوپر تو ان کی روشنی تھی مگر نیچے جا کر اندھیرا ہو گیا تھا۔ مگر ماریا عنبر اور ناگ تو اندھیرے میں بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ اندھیرے میں بھی ماریا کو سیڑھیاں صاف تو نہیں مگر دھندلی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے ایک بڑے دالان میں آئی تو اسی بوڑھے آدمی کی ایک جھلک دکھائی دی۔ وہ ایک کوٹھڑی میں داخل ہو رہا تھا۔ ماریا بھی اس کے پیچھے اندر چلی گئی۔

پہلے تو اسے اندھیرے میں کچھ نظر نہ آیا۔ پھر چیزیں دھندلی دھندلی دکھائی دینے لگیں۔ یہ ایک گول کمرہ تھا۔ سامنے دیوار میں ایک طاق تھا جس کا ایک پٹ ابھی تک کھلا تھا۔ ظاہر ہے بوڑھا غلام اسی طاق میں سے نکل کر دوسری طرف گیا تھا۔ ماریا نے اندھیرے میں ایک خاص چیز دیکھی کہ گول کمرے کی دیوار کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹی سی سرخ رنگ کی پٹی چلی گئی تھی جیسے چھوٹا سا فٹ پاتھ ہوتا ہو۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ چھوٹا سا

فٹ پاتھ جو طاق تک چلا گیا ہے۔ کس لیے بنایا گیا ہے جب کہ طاق تک فرش بھی خالی پڑا تھا اور انسان فرش پر سے گزر کر بھی طاق تک جا سکتا تھا۔

ماریا نے فٹ پاتھ کی تو کوئی پرواہ نہ کی اور فرش پر قدم رکھ کر آگے بڑھی۔ جونہی اس نے دوسرا قدم اٹھا کر آگے رکھا فرش یوں بیٹھ گیا جیسے گھاس پھوس کا بنا ہوا ہو اور ماریا فرش کے ساتھ ہی نیچے ہی نیچے گرتی چلی گئی۔ وہ دو تین منزلیں نیچے نوکیلے پتھروں پر جا کر گر پڑی۔ اگر اس کا جسم ہوتا تو پتھر کی نوکیں اس کے جسم کو جگہ جگہ سے چھلنی کر چکی ہوتیں اور وہ ہرگز زندہ نہ بچتی۔ مگر وہ روح تھی اور اپنے آپ کو بچا سکتی تھی۔ وہ پتھروں پر سے اٹھی اور اندھیرے میں دیکھنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک گہرے کنوئیں میں پڑی ہے۔ کنوئیں کی گول دیوار ایسے پتھر سے بنائی گئی تھی جس پر سے پاؤں پھسل جاتے تھے۔ اوپر چڑھنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ بس عنبر اور ماریا کی بھی ایک سب سے بڑی کمزوری تھی کہ اگر وہ کسی گہرے کھڈ میں گرا دیئے جائیں تو ان کے لیے از خود اوپر آنا مشکل تھا۔ ناگ تو سانپ بن کر یا اڑ کر بھی باہر نکل سکتا تھا۔ ماریا ایک بار تو پریشان ہوگئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر ملکہ کو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے وہ خود کس مصیبت میں پھنس گئی۔

ماریا نے سوچا کہ یہ جال ضرور ملکہ کے دشمنوں کے لیے پھیلایا گیا ہو گا۔ وہ تو ملکہ کی دشمن نہیں ہے۔ اسے چاہیے کہ آوازیں دے۔ شاید بوڑھا غلام اس کی مدد کو آجائے۔

ماریا نے زور سے آواز دی۔

"کوئی ہے۔ مجھے اس کنوئیں سے نکالو۔ کوئی ہے۔ میں تم لوگوں کی دوست ہوں۔"

اس کنوئیں میں ایسا حساب رکھا گیا تھا کہ آواز کی لرزش سے کنوئیں کی ایک پتھر کی سل اپنے آپ پرے ہٹ جاتی تھی۔ ماریا نے آواز دی تو اس کی آواز کی لرزش سے ایک جگہ سے پتھر کی سل ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ اپنے آپ پرے ہٹ گئی۔ پتھر کے ہٹتے ہی ماریا کو اندر سے پانی کی شپ شپاہٹ کی آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی شئے اندھیرے میں پانی سے باہر نکل رہی ہو۔ ماریا غور سے دیکھنے لگی۔ چوکور سوراخ میں سے ایک بھیانک منہ والے تیندوے کے کتنے ہی بازو باہر نکل کر اپنے شکار کو ڈھونڈنے لگے۔ لمبے لمبے نوکیلے بازو کنوئیں کے اندر ماریا کے ارد گرد لہرا

رہے تھے اور تیندوے کے منہ سے خوفناک سسکاریں نکل رہی تھیں خدا جانے وہ کب سے بھوکا تھا مگر ماریا اس کی پکڑ میں نہیں آ رہی تھی۔ کیونکہ ماریا کا کوئی جسم نہیں تھا۔ ماریا تو پریشان تھی ہی مگر تیندوا اس سے زیادہ پریشان ہو رہا تھا۔ کیوں کہ اسے انسانی خون کی بُو صاف آ رہی تھی مگر وہاں کوئی انسان اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اب ایک اور مصیبت شروع ہو گئی۔ تیندوے کے جسم سے ایک خاص قسم کی بُو نکل رہی تھی جس سے ماریا کو سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ تیندوا بڑے زور زور سے بازو چلا رہا تھا۔ اور پھنکاریں مار رہا تھا۔ اس کے منہ سے بھی وہی تیز بُو نکل رہی تھی۔ ماریا کو اپنا سانس رُکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اس نے تیندوے کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی مگر تیندوے کی تیز بُو نے ماریا کے ہاتھوں سے طاقت چھین لی تھی۔ اس کے بازو نرم پڑنے گئے۔ اس کا سر گھومنے لگا اور وہ بے ہوش ہو کر کنوئیں میں گر گئی۔ تیندوا کچھ دیر ہوا میں ہاتھ پاؤں مار کر اپنے شکار کو تلاش کرتا رہا جب وہ ناامید ہو گیا تو واپس سوراخ میں سے پانی میں ڈبکی لگا گیا۔

عین اس وقت کنوئیں کے اوپر گول کمرے کی دیوار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ساتھ ساتھ بنے ہوئے چھوٹے سے فٹ پاتھ پر وہی بوڑھا غلام اور ایک بوڑھی عورت نمودار ہوئے۔ انہوں نے جھک کر نیچے کنوئیں میں دیکھا۔

عورت نے کہا:

"کوئی آواز نہیں آ رہی۔"

بوڑھا بولا:

"وزیر کا کوئی سپاہی جاسوس تھا۔ ملکہ کی تلاش میں آیا ہو گا۔ دیوتا ہماری ملکہ کو سلامت رکھے۔ ان کا دشمن کنوئیں میں گر کر تیندوے کا لقمہ بن گیا خدا جانے ہماری ملکہ کہاں ہو گی، کس حال میں ہو گی۔"

بوڑھی عورت بولی:

"آؤ یہاں بھرے گھاس پھوس کا فرش ڈال دیں۔"

بوڑھے نے کہا:

"رات کو دیکھا جائے گا۔ ہمیں دن کے وقت چوکس رہنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے وزیر کے کچھ اور سپاہی ادھر آ نکلیں۔"

عورت نے کہا:

"پھر تو ہمیں یہاں گھاس کا فرش ضرور ڈالنا چاہیے۔"

بوڑھا کہنے لگا:

"دن کے وقت ہم فرش تیار نہیں کر سکتے۔ آؤ میرے ساتھ۔ ہمیں خفیہ برج میں بیٹھ کر باہر نظر رکھنی ہو گی۔"

وہ دونوں چلے گئے۔ ماریا کنوئیں میں بے ہوش پڑی تھی۔ اس نے اس بوڑھے غلام اور اس کی بیوی کی باتیں نہیں سنی تھیں۔

ٹھیک اس وقت عنبر اسی شہر روم کے ایک بازار میں ایک دکان پر سے نان خرید رہا تھا۔ اس نے دو نان اور خشک گوشت اور پانی کی ایک چھاگل خریدی اور واپس شاہی قبرستان والے ٹیلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوپہر ہونے والی تھی جب وہ ٹیلے پر پہنچا۔ دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی مگر گرمی زیادہ نہیں تھی اور ہلکی ہلکی خنک ہوا چل رہی تھی۔ عنبر نے شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں میں جگہ جگہ لمبے لمبے سانس لے کر ماریا کی خوشبو سونگھنے کی بھی کوشش کی تھی مگر اسے اس کی بُو کہیں محسوس نہیں ہوئی تھی۔ عنبر کو کچھ یقین سا ہو چلا تھا کہ ماریا روم کے شہر میں نہیں ہے۔ اس کا خیال اب یہ تھا کہ ملکہ کو ملک سمرنا میں سرحد پار اس کے رشتے دار بادشاہ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حوالے کر کے خود ماریا اور ناگ کی تلاش میں ملک دمشق یا مصر کی طرف نکل جائے۔

ٹیلے پر خاموشی تھی۔ دھوپ میں چبوترے پر بنا ہوا اپالو دیوتا کا سنگِ مرمر کا بت چمک رہا تھا۔ قبرستان کے دروازے پر لٹکی ہوئی سرخ پھولوں والی بیلیں ہلکی ہلکی ہوا میں جھول رہی تھیں۔ عنبر تیز تیز قدموں سے قبرستان کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ کیوں کہ اسے اس بات کی بڑی فکر تھی کہ ملکہ نے صبح سے کچھ کھایا پیا نہیں۔ وہ چبوترے کے پاس آ کر رُک گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھ کر اطمینان کر لیا کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا پھر جھاڑیاں ہٹانے کے لیے نیچے جھکا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ جھاڑیاں پہلے ہی ایک طرف ہٹی ہوئی تھیں ایسا لگتا تھا کہ کسی نے انہیں اکھاڑ کر پرے پھینک دیا ہے۔

عنبر نے آواز دی:

"ملکہ سلامت!"

کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر پریشان ہو کر تہہ خانے میں داخل ہوا۔ تابوت ویران تہہ خانے میں اکیلا پڑا تھا۔ ملکہ غائب تھا۔ عنبر نے نان اور چھاگل وہیں رکھی اور

جلدی سے باہر آ گیا۔ اب اسے جگہ جگہ گھوڑے کے سُموں کے نشان دکھائی دیئے۔ سمجھ گیا کہ رومن سپاہی ملکہ کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔ پہلے تو اسے بڑا صدمہ ہوا پھر اسے وزیر پر سخت غصّہ آیا کہ جب تخت پر اس نے قبضہ کر لیا ہے۔ تو پھر ملکہ کو گرفتار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر اس زمانے میں جب بھی بغاوت ہوتی تھی تو ملکہ یا بادشاہ کو پکڑ کر ضرور مار دیا کرتے تھے تا کہ رعایا ان کو زندہ دیکھ کر ان کی حمایت میں بغاوت نہ کر دے۔ تاریخ میں بھی کیا کیا ظلم ہوئے ہیں۔ اسی لیے ایک دانا آدمی نے کہا تھا کہ تاریخ سے سبق سیکھو۔

عنبر ملکہ کے چچا کی قبر کے چبوترے پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب وہ کیا کرے۔ ایک خیال اسے آیا کہ یہاں سے ملک دمشق یا مصر کی طرف ماریا اور ناگ کی تلاش میں نکل جائے۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس نے تو روم کی ملکہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی مدد کرے گا اور اسے اپنی حفاظت میں سمرنا کے ملک میں پہنچائے گا۔ اب اس کا فرض بنتا تھا کہ وہ ملکہ کی جان بچا کر اسے روم کی سرحد پار کرائے اور زندہ سلامت ملک سمرنا پہنچائے۔ یہ سوچ کر عنبر قبرستان سے باہر نکل آیا۔ اس کا دماغ یہ غور کرنے لگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر ملکہ کو رومن سپاہی کہاں لے گئے ہوں گے۔ ضرور وہ اسے شاہی محل کے قلعے میں لے گئے ہوں گے اور وہیں اسے ہلاک کر دیا جائے گا اور پھر اس کا سر کاٹ کر شہر کے دروازے میں لٹکا دیں گے تاکہ رعایا کو معلوم ہو جائے کہ ملکہ زندہ نہیں رہی۔ عنبر کو سخت غصہ آیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر حالت میں ملکہ کو مرنے سے بچائے گا اور ظالموں کے پنجے سے نکال کر اسے اس کے رشتے دار بادشاہ کے پاس سمرنا پہنچا دے گا۔ وہ تیز تیز قدموں سے محل کی طرف چلنے لگا۔ آسمان پر خدا جانے کہاں سے بادل جمع ہونے شروع ہو گئے۔

عنبر نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے چرواہا بیٹھا روٹی کھا رہا ہے۔ عنبر اس کے پاس آ گیا۔ اس نے چرواہے سے پوچھا کہ کیا اس نے وہاں سے گھوڑ سوار سپاہیوں کو گذرتے دیکھا ہے۔

چرواہے نے کہا:

"ہاں تھوڑی دیر ہوئی رومن سپاہیوں کا ایک دستہ ادھر سے گذرا تھا۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا ان کے ساتھ کوئی نیلی ریشمی چادر والی عورت

چرواہا بولا:

"نہیں — عورت تو کوئی نہیں تھی مگر میں نے ایک سپاہی کے گھوڑے پر بہت بڑی گٹھڑی پڑی دیکھی تھی۔"

عنبر سمجھ گیا کہ وہی ملکہ ہو گی۔ اس نے چرواہے کا شکریہ ادا کیا اور محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ چل بھی رہا تھا اور سوچ بھی رہا تھا کہ شاہی محل میں کس طرح داخل ہو۔ ظاہر ہے کہ اس لباس میں اسے کوئی محل کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دے گا۔ وہ خواہ کتنا ہی طاقت ور ہے۔ وہ خواہ لوگوں کو مارنا شروع کر دے مگر اتنی دیر میں وزیر ملکہ کو قتل کروا دے گا۔ اس لیے ضرورت طاقت کی نہیں بلکہ عقل کی تھی۔ عنبر کوئی ایسی تدبیر سوچنا چاہتا تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی سلامت رہے۔ ترکیبیں اس کے دماغ میں کئی آ رہی تھیں مگر وقت بہت کم تھا اور ملکہ کی زندگی داؤ پر لگی تھی۔ ترکیبیں لمبی لمبی تھیں۔ ان کے لیے اتنا وقت نہیں تھا۔ کیوں کہ ملکہ کو کسی وقت بھی ہلاک کیا جا سکتا تھا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے محل میں داخل ہو کر بڑی دانائی کے ساتھ ملکہ کی جان بچائی جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر شہر کی دیوار کی اس طرف آ گیا جدھر شاہی محل اور قلعہ تھا۔ یہاں کھائی پر کوئی پل نہیں تھا۔ ایک شاہی پل تھا جو اوپر اٹھا ہوا تھا اور صرف اسی وقت گرایا جاتا تھا جب شاہی سواری محل میں داخل ہوتی یا محل سے باہر جاتی۔ عنبر اس پانی سے بھری ہوئی کھائی کے پاس جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا اور غور کرنے لگا کہ محل میں کس طرف سے داخل ہو۔ اتنے میں اسے اپنے پیچھے گھوڑوں کے ہنہنانے اور ان کی ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ عنبر نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ شاہی سواری آ رہی تھی۔ یہ وزیر یا کسی ملکہ کی سواری نہیں تھی بلکہ محل کے امیروں اور وزیر کی رشتے دار عورتیں تھیں جو ڈھکی ہوئی شاندار گاڑیوں میں آ رہی تھیں۔ ہر گاڑی کے آگے چار چار گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ آگے آگے پہرے دار سپاہی تھے۔ پیچھے بھی حفاظت کرنے والے سپاہی گھوڑوں پر سوار چلے آ رہے تھے۔

عنبر کے دماغ نے ایک ترکیب سوچ لی تھی۔

شہر کے اس محل اور قلعے والے دروازے کے پہریداروں نے شاہی سواری کو دور سے آتا دیکھ کر لکڑی کے پل کو آہستہ آہستہ پانی سے بھری ہوئی کھائی کے اوپر گرانا شروع کر دیا تھا۔ عنبر کی تیز آنکھوں نے ایک رومن گھوڑ سوار

سپاہی کو تاک لیا تھا جو شاہی قافلے سے ہٹ کر آگے آگے جھاڑیوں کی طرف سے ہوتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ یہ شاہی گارڈ تھا جس کا کام یہ دیکھنا تھا کہ شاہی سواری کو نقصان پہنچانے کے لیے کوئی دشمن اِدھر اُدھر جھاڑیوں میں تو نہیں چھپا ہوا۔ عنبر اس شکار کے انتظار میں تھا۔ یہی رومن سپاہی اس کی ترکیب تھی اور یہی اس کا شکار تھا گھوڑ سوار آہستہ آہستہ ان جھاڑیوں کی طرف آ رہا تھا جہاں عنبر چھپا ہوا تھا۔ شاہی سواری ابھی پیچھے تھی۔

گارڈ گھوڑ سوار عنبر کے بالکل قریب آ گیا۔ اسے اس کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز بالکل صاف سنائی دینے لگی۔ آسمان پر اس وقت تک گہرے بادل چھا گئے تھے۔ اور دھوپ غائب ہو چکی تھی۔ جونہی یہ گھوڑ سوار عنبر کے قریب سے گزرا عنبر نے ایک چالاک چیتے کی طرح اچھل کر گھوڑ سوار کو نیچے کھینچ لیا اور اس کی گردن پر ایسا مکّا مارا کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ کام پلک جھپکنے میں ہو گیا تھا۔ عنبر نے اسی تیزی سے گھوڑ سوار کی وردی پہن کر سر پر رومن خود رکھا اور گھوڑے پر بیٹھ کر جھاڑیوں میں یوں دیکھتا جیسے کسی دشمن کا کھوج لگا رہا ہو پل کی طرف آ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قلعے کا لکڑی کا پل اب کھائی کے اوپر آ کر ٹک گیا تھا۔ شاہی سواری پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ عنبر آگے آگے گھوڑا دوڑاتے پل پر سے گزر کر شہر کے قلعے والے دروازے کی ڈیوڑھی میں آ گیا۔ ایک رومن پہرے دار نے عنبر سے پوچھا:

"سب ٹھیک ہے؟"

عنبر نے رومن انداز میں ہاتھ سینے پر رکھ کر کہا:

"بالکل ٹھیک ہے۔"

شاہی سواری پیچھے آ رہی تھی۔ عنبر کو اب اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار شاہی قلعے میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس نے گھوڑے کو ایک طرف باندھا اور پتھر کی سیڑھیاں چڑھ کر قلعے کی دوسری منزل پر آ گیا۔ یہاں جگہ جگہ پہرہ لگا تھا۔ چونکہ وہ خود رومن سپاہی کی وردی میں تھا اس لیے اس پر کسی کو شک نہیں ہو رہا تھا۔ عنبر کو اب صرف ایک ہی بات کی کھوج تھی کہ ملکہ زندہ ہے کہ قتل کر دی گئی ہے اور اگر وہ زندہ ہے تو کہاں پر ہے۔ یہ بات وہ کسی رومن سپاہی ہی سے معلوم کر سکتا تھا۔ وہ قلعے کے اوپر والے تختے پر آ گیا۔ یہاں کچھ سپاہی دیوار پر کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ شاہی سواری قلعے میں داخل ہو چکی تھی اور لکڑی کا پل دوبارہ اوپر اٹھا لیا گیا تھا۔ عنبر نے ایک سپاہی کو دیکھا۔ وہ دیوار سے نیچے جھانک رہا تھا۔ عنبر اس کے پاس چلا گیا۔ خاص رومن انداز میں اس نے سپاہی کو سلام کیا اور مسکرا کر کہا:

"نیچے دیکھنے کی ضرورت نہیں دوست! ہمارے دشمن ختم کر دیئے گئے ہیں۔ اب کوئی آنکھ اٹھا کر بھی رومن سلطنت کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔"

سپاہی مسکرایا۔ کہنے لگا:

"دوست! جب تک ملکہ زندہ ہے ہمیں خوش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ رعایا ملکہ سے محبت کرتی ہے۔"

عنبر نے نفرت سے کہا:

"آخر ملکہ کو کس لیے زندہ رکھا گیا ہے۔ اسے قتل کر کے اس کا سر شہر کے دروازے پر کیوں نہیں لٹکا دیا جاتا؟"

سپاہی نے تعجب سے عنبر کی طرف دیکھا اور بولا:

"تم کیسے رومن سپاہی ہو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آج دیوی ڈیانا کا یوم تشکرانہ ہے اور اس روز کسی کا خون نہیں بہایا جاتا۔ ملکہ کو کل صبح سویرے پھانسی پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چڑھا دیا جائے گا۔"

عنبر کچھ پریشان ہوا پھر جلدی سے سنبھل گیا اور کہنے لگا:

"یہی تو میں بھی کہہ رہا تھا کہ کاش دیوی ڈیانا کا یوم تشکرانہ ایک دن بعد آتا تا کہ ہم ملکہ کا کام تمام کر سکتے۔"

رومن سپاہی نے سانس بھر کر کہا:

"مجبوری ہے۔ دیوی ڈیانا کے یوم تشکرانہ کا احترام بڑا ضروری ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ کل صبح ملکہ زندہ نہیں ہو گی۔"

عنبر نے کہا:

"لیکن ہمیں ملکہ پر سخت پہرہ لگانا ہو گا۔ اسے کسی ایسی جگہ قید میں رکھنا ہو گا کہ کوئی چڑیا پر نہ مار سکے کیوں کہ شہر کے لوگ اسے بچا کر لے جانے کی بہت کوشش کریں گے۔"

رومن سپاہی قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ اس نے غور سے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم رومن سپاہی نہیں ہو۔"

عنبر ذرا گھبرا گیا۔ مگر فوراً کڑک کر بولا:

"تم نے میرے رومن ہونے پر شک کیا ہے۔ میں تمہیں میدان میں آ کر جنگ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

یہ رومن سپاہیوں کا خاص انداز ہوا کرتا تھا۔ سپاہی بڑا خوش ہوا۔ کہنے لگا:

"دوست! میں جانتا ہوں تم اصل رومن سپاہی ہو مگر کیا تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ملکہ کو اس قلعے کے سب سے نچلے تہہ خانے میں چھپا کر قید کیا گیا ہے۔"

عنبر بولا:

"جانتا ہوں۔ پھر بھی سوچا کہیں ملکہ فرار نہ ہو جائے۔"

رومن سپاہی نے کہا:

"وہ اب مرنے کے بعد ہی فرار ہو سکے گی۔"

اتنے میں دوسری طرف سے گارڈ کیپٹن کی آواز گونجی:

"باتیں بند کرو۔ پہرہ دو۔"

رومن سپاہی اور عنبر نے سلیوٹ کیا اور اپنے اپنے پہروں پر چلے گئے۔ عنبر کے پاس تو کوئی پہرے کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ وہ تو یونہی ادھر اُدھر گھوم رہا تھا کہ پتہ کرے ملکہ کہاں پر قید ہے۔ اب اسے پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ وہ کسی نہ کسی طرح قلعے کے سب سے نچلے تہہ خانے میں پہنچنا چاہتا تھا۔ یہ قلعے کی چھت تھی۔ کونے میں ایک طرف سے سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ عنبر ادھر کو چلا گیا۔ وہ سیڑھیاں اتر کر قلعے کی پہلی منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں سے پھر سیڑھیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیچے جاتی تھیں۔ ان سیڑھیوں کو اترنے کے بعد ایک چوڑا سا دالان آ گیا جس کی چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ یہاں پہرہ لگا تھا۔ ایک سپاہی نے عنبر سے پوچھا کہ وہ وہاں کیا کر رہا ہے۔

عنبر نے غصے میں جواب دیا:

"کیا تم نہیں جانتے کہ میں شاہی گارڈ کا افسر ہوں۔ میں یہ دیکھنے آیا ہوں کہ تم لوگ پہرہ دے رہے ہو کہ گلچھرے اڑا رہے ہو؟"

رومن سپاہی گھبرا گیا۔ جلدی سے بولا:

"نہیں جناب ہم تو پہرہ دے رہے ہیں۔"

عنبر نے گرج کر کہا:

"بکواس بند کرو اور اپنی ڈیوٹی ادا کرو۔"

رومن سپاہی نے سیلوٹ مارا اور تیزی سے ایک طرف جا کر پہرے پر کھڑا ہو گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ وہاں کل چار سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ سامنے ایک راستہ نیچے کو جاتا تھا۔ اس جگہ دو سپاہی آمنے سامنے کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہی راستہ اس تہہ خانے کو جاتا ہے جہاں ملکہ قید ہے اور موت کا انتظار کر رہی ہے چاروں کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ شخص شاہی گارڈ کا سپاہی

ہے اور پہرے کا معائنہ کرنے وہاں آیا ہے۔ اس لیے وہ بڑے چاق و چوبند ہو کر اپنی ڈیوٹی پر کھڑے تھے عنبر نیچے جاتے راستے کے دروازے پر آ کر بولا:

"تم میں سے ایک میرے ساتھ نیچے آئے میں قیدی ملکہ کا معائنہ کرنا چاہتا ہوں۔"

فوراً ہی ایک سپاہی عنبر کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ سیڑھیاں نیچے ایک بند دروازے تک چلی گئی تھیں۔ سپاہی نے آگے بڑھ کر دروازے کا تالا کھول دیا۔ عنبر نے کہا:

"میرے ساتھ آؤ۔"

عنبر سپاہی کو لے کر کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ دیوار کے طاق میں موم بتی روشن تھی۔ اس کی روشنی ملکہ پر پڑ رہی تھی۔ جو خدا کے حضور سر جھکائے دُعا مانگ رہی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی عنبر نے سپاہی کی گردن پر ایک ہلکا سا ہاتھ مارا۔ یہ ہلکا سا ہاتھ اتنا زور دار تھا کہ رومن سپاہی کی گردن ٹیڑھی ہو گئی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اب ملکہ نے سر اٹھا کر اپنے سامنے رومن گارڈ کو دیکھا تو بولی:

"کیا میری موت کا وقت آ گیا ہے؟"

عنبر نے سر سے تانبے کا ٹوپ اتار کر کہا:

"ملکہ سلامت آپ کی زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملکہ نے فوراً عنبر کو پہچان لیا:

"تم آگئے۔ خدا کا شکر ہے۔"

پھر اداس ہو کر بولی:

"مگر تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ اب یہ لوگ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"آپ فکر نہ کریں اور میرے ساتھ آئیں۔"

عنبر ملکہ کو ساتھ لے کر کوٹھڑی سے نکل کر سیڑھیوں میں آگیا۔ اس نے ملکہ کو ایک جانب دیوار کے ساتھ کیا اور خود اوپر آواز دے کر دوسرے سپاہیوں کو بلایا۔ اور تین سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ تینوں اپنے افسر کی آواز سن کر جلدی سے نیچے آگئے۔

عنبر نے کڑک کر کہا:

"ملکہ کہاں ہے الو کے پٹھو! کوٹھڑی خالی ہے۔"

سپاہیوں کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ وہ جلدی سے کوٹھڑی میں گھس گئے۔ اس کے ساتھ ہی عنبر نے دروازہ بند کر کے باہر تالا لگا دیا۔ اور ملکہ کو ساتھ لے کر اوپر دالان میں آگیا۔ یہاں سے انہیں قلعے کی چھت پر جانا تھا اور پھر وہاں سے نیچے اتر کر قلعے سے فرار ہونا تھا۔ رات گذر

رہی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ اگر کسی کو ملکہ کے فرار کا علم ہو گیا تو سارے قلعے میں ایک دم شور مچ جائے گا اور ملکہ کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ وہ بڑی ہوشیاری اور عقل مندی سے ملکہ کو وہاں سے نکال کر لے جانا چاہتا تھا۔ اس نے قلعے کی چھت پر آکر دیکھا کہ قلعے کی فصیل کے اوپر دو سپاہی چل پھر کر پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر کو صرف ایک فائدہ حاصل تھا کہ وہ دشمن سپاہی کی وردی میں تھا۔ اس نے ملکہ کو اسی جگہ ٹھہرنے کو کہا اور خود باہر نکل کر ان سپاہیوں کے پاس آگیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ ان سے باتیں کر کے گیا تھا۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ عنبر نے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر نیچے جاتی سیڑھیوں کی اشارہ کر کے کہا:

"نیچے پہرے دار تم دونوں کو بلا رہے ہیں۔"

ایک سپاہی بولا:

"کیا ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ہم نیچے چلے گئے تو یہاں ان کا باپ پہرہ دے گا۔"

عنبر نے کہا:

"یہاں میں ان کا باپ پہرہ دوں گا۔ نیچے کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔"

دوسرا سپاہی عنبر کے پاس آگیا اور عنبر کی آنکھوں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنکھیں ڈال کر بولا:

"مجھے تم کوئی جاسوس معلوم ہوتے ہو۔ بتاؤ آج رات کا خفیہ لفظ کیا ہے۔"

عنبر کو خفیہ لفظ بالکل معلوم نہیں تھا۔ اب اس نے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کہنے لگا:

"خفیہ لفظ تمہارا باپ ہے۔"

اس سے پہلے کہ سپاہی تلوار نکالتا۔ عنبر نے اس کے سر پر ایک بھرپور ہاتھ مارا۔ وہ لڑکھڑا کر ایسا گرا کہ پھر نہ اُٹھ سکا۔ دوسرا سپاہی تلوار نکال کر عنبر کی طرف لپکا۔ عنبر ذرا ایک طرف کو ہو گیا۔ سپاہی کی تلوار عنبر کے کندھے پر پڑی تلوار ٹوٹ گئی۔ عنبر نے سپاہی کو حیران ہونے کا موقع ہی نہ دیا۔ بس اس کے سر پر اپنے سر سے ایسی "ٹکر" ماری کہ وہ چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ عنبر سیڑھیوں کی طرف بھاگا۔ ملکہ دیوار کے ساتھ لگی۔ یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔ وہ حیران تھی کہ عنبر کے کندھے سے ٹکرا کر تلوار کیسے ٹوٹ گئی۔

عنبر نے کہا:

"جلدی سے میرے ساتھ آؤ۔"

ملکہ قلعے کے خفیہ دروازوں کو جانتی تھی۔ یہ خفیہ دروازہ گھوڑوں سے اصطبل میں سے ہو کر گذرتا تھا۔ انہیں دیکھ کر

گھوڑے زور سے ہنہنائے۔ ان کی آواز پر وہاں پہرہ دیتے رومن سپاہی چوکنے ہو گئے اور اصطبل کی طرف آئے۔ مگر ملکہ عنبر کو لے کر خفیہ راستے سے ہو کر قلعے کی اونچی دیوار کی دوسری جانب نکل چکی تھی۔ اس خفیہ راستے کا سپاہیوں کو بھی علم نہیں تھا۔ وہ تھوڑی دیر اصطبل میں اِدھر اُدھر دیکھ کر واپس چلے گئے۔

عنبر اور ملکہ روم رات کے اندھیرے میں قلعے کے اردگرد جاتی پانی سے لبالب بھری ہوئی کھائی کے کنارے کھڑے تھے۔ ایک تو انہوں نے کھائی پار کرنی تھی دوسرے انہیں گھوڑوں کی ضرورت تھی۔ جن پر سوار ہو کر وہ روم شہر سے صبح ہونے تک جتنی دور ہو سکے نکل سکیں۔ عنبر نے ملکہ سے کہا کہ وہ ایک طرف جھاڑیوں میں چھپ کر اس کا انتظار کرے۔

ملکہ نے کہا:

"یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں۔ میرے بھاگ نکلنے کا راز کسی وقت بھی نکل سکتا ہے۔"

عنبر کہنے لگا:

"ملکہ سلامت! میں جانتا ہوں۔ مگر تمہارا کچھ دیر یہاں انتظار کرنا ضروری ہے۔ میں ابھی کچھ انتظام کر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آتا ہوں۔"

مگر جھاڑیوں میں چھپ گئی۔ عنبر کھائی کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ چونکہ وہ سپاہیوں کی وردی میں تھا اس لیے اسے یہ آسانی تھی کہ وہ بے خوفی سے چل پھر سکتا تھا۔ وہ کوئی ایسی جگہ تلاش کر رہا تھا جہاں سے پانی سے بھری ہوئی کھائی عبور کی جا سکے۔ اچانک اس کی نظر ایک چھوٹی سی کشتی پر پڑی جو کنارے کی جھاڑیوں میں چھپا کر رکھی ہوئی تھی۔ عنبر نے کشتی کو باہر کھینچا تو اچانک کسی نے گرج دار آواز میں کہا:

"کیا کر رہے ہو اے رومن سپاہی۔"

عنبر نے پلٹ کر اندھیرے میں دیکھا۔ قریب ہی دیوار کے ساتھ ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ وہ دیوار سے ہٹ کر عنبر کے پاس آ گیا۔ عنبر چونکہ سپاہی کی وردی میں تھا اس لیے آنے والے سپاہی کو زیادہ شک نہ ہوا۔ پھر بھی وہ حیران تھا کہ کیا اس سپاہی کو معلوم نہیں کہ یہ کشتی ہنگامی حالات کے لیے وہاں چھپا کر رکھی گئی ہے۔

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"بات دراصل یہ ہے کہ تمہاری ایک خالہ جان وہاں جھاڑیوں میں چھپی تمہارے خالو جان کو یاد کر رہی ہے میں اس کے لیے یہ کشتی لے جا رہا ہوں۔"

رومن سپاہی کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے فوراً تلوار کھینچ لی۔ عنبر خاموش کھڑا اس کی طرف دیکھ کر مسکراتا رہا۔ رومن سپاہی نے تلوار لہرا کر عنبر کی گردن پر ماری:

"کمینے! تمہاری یہ ہمت کہ مجھ سے مذاق کرو۔"

تلوار کا وہی حشر ہوا جو اس سے پہلے عنبر کی گردن سے ٹکرانے والی تلواروں کا ہوتا رہا تھا۔ رومن سپاہی پریشان سا ہو کر عنبر کو تکنے لگا۔ وہ سمجھا کہ اس کی تلوار عنبر کے تانبے کے ٹوپ سے ٹکرا گئی ہے۔ مگر پھر بھی تلوار ٹوٹ نہیں سکتی تھی۔ عنبر کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ اس نے سپاہی کی حیرانی کا کچھ اور نظارہ کرنے کی بجائے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ سپاہی کے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی تلوار کا دستہ رہ گیا تھا۔ اس نے دستہ عنبر کے پیٹ میں گھونپنا چاہا۔ اس کا ہاتھ جیسے سیمنٹ کی دیوار سے ٹکرا کر مڑ گیا۔

عنبر نے کہا:

"میرا وقت ضائع نہ کرو تمہاری خالہ جان میرا انتظار کر رہی ہے۔ اب تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش ہو جاؤ۔ میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ سپاہی اپنا خنجر نکالتا عنبر نے اس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گردن پر ایک ہاتھ مارا۔ سپاہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ عنبر نے کشتی جھاڑیوں میں سے کھینچ کر کھائی کے پانی میں ڈالی اور چپو چلاتا اسے لے کر اس جھاڑی کے پاس آگیا۔ جس کے پیچھے روم کی ملکہ چھپی ہوئی تھی!!

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناگ واشنگٹن میں

عنبر نے ملکہ کو کشتی میں بٹھایا اور کھائی پار کر لی۔ رات کا پچھلا پہر ہو گیا تھا۔ ملکہ کو کوٹھڑی سے لانے کے لیے جلاد روانہ ہو چکا تھا، کیوں کہ اسے صبح منہ اندھیرے پھانسی پر چڑھانا تھا۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ عنبر ملکہ کو لے کر اس کچے راستے پر چل پڑا جو نیچے وادی کی طرف جاتا تھا۔ مگر اسے گھوڑوں کی ضرورت تھی۔ ملکہ اتنا تیز نہیں چل سکتی تھی۔ گھوڑے وہاں دُور دُور تک نظر نہیں آ رہے تھے۔ ادھر صبح کا اجالا آسمان پر پھیلنے لگا تھا۔ ملکہ کے فرار کا راز کسی وقت بھی کھل سکتا تھا۔ ملکہ تیز تیز چل رہی تھی۔ وہ تھک گئی تھی۔ اسے اس قسم کی مشقت کی عادت نہیں تھی۔ ساری زندگی وہ مخمل کے قالینوں پر چلی تھی۔ اس کے پاؤں دُکھنے لگے۔ مگر خاموش رہی۔ یہ اس کی زندگی اور موت کا معاملہ تھا۔ عنبر کو بھی اس بات کا احساس تھا۔ مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملکہ کو زیادہ دیر تک نہیں چلا سکتا تھا۔ آخر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ ملکہ کے ایک پاؤں میں پتھر کی نوک لگی اور خون بہنے لگا۔ وہ درد سے لنگڑا کر چلنے لگی۔ اُدھر صبح ہونے ہی والی تھی۔ ایک دم سے قلعے کی جانب سے شو کی آوازیں آئیں۔ عنبر سمجھ گیا کہ ملکہ کے فرار کا پتہ چل گیا ہے۔

اب ملکہ کی زندگی خطرے میں تھی۔ ابھی کوئی دم میں قلعے سے فوج کے دستے ملکہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہو گے۔ ملکہ بھی پریشان ہو گئی۔ عنبر کے پاس سوچنے کے لی زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ قلعے سے زیادہ دور نہیں تھے۔ موت سر پر منڈلا رہی تھی۔ اچانک عنبر نے دیکھ سڑک سے ہٹ کر ایک پتھریلے مکان کے باہر ایک گھوڑا کھڑا گھاس چر رہا ہے۔ عنبر نے ملکہ کو کندھے اٹھایا اور اس مکان کی طرف بھاگا۔ مکان خالی پڑا تھا گھوڑے پر زین کسی ہوئی تھی۔ عنبر نے جیب سے سو کے چار سکے نکال کر جہاں گھوڑا کھڑا تھا وہاں رکھے پہلے ملکہ کو گھوڑے پر بٹھایا۔ اس کے بعد خود بھی سو ہو گیا اور گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑا کھیتوں سے ہوا سے باتیں کرنے لگا۔

گھوڑا بہت تیز دوڑ رہا تھا۔ صبح ہونے تک وہ قلعے سے بہت دور پہاڑیوں کے پار نکل چکے تھے۔ دوپہر تک وہ گھوڑا دوڑاتے چلے گئے۔ دوپہر کے بعد انہوں نے ایک جگہ نہر کے کنارے تھوڑا آرام کیا۔ پانی پی کر تازہ دم ہوئے اور پھر سفر شروع کر دیا۔ ابھی ملک سمرنا کی سرحد ایک رات کے فاصلے پر تھی۔ رات انہیں روم کی اونچی پہاڑیوں کی دوسری جانب ہوئی۔ ملکہ کا تھکان اور بھوک سے برا حال تھا۔ مگر شاہی خاندان کی عورت تھی اس لیے صبر کر کے بیٹھی تھی۔ ہائے بھوک لگی ہے کا شور نہیں مچا رہی تھی۔ عنبر کو بھی احساس تھا کہ ملکہ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ جہاں انہیں رات پڑی وہاں دور میدان میں ایک جگہ درختوں کا جھنڈ تھا جس کے قریب ہی کچھ مکانوں میں روشنی ہو رہی تھی۔ عنبر نے ملکہ کو ایک جگہ بٹھایا اور خود کچھ کھانے کو لانے کے لیے ان مکانوں کی طرف چل دیا۔ یہاں کچھ کسان وغیرہ رہتے تھے عنبر نے سونے کا سکہ دے کر ان سے روٹی گوشت اور پانی خریدا اور ملکہ کو لا کر دیا۔ دونوں نے مل کر مزے سے کھایا۔ عنبر یونہی ملکہ کے ساتھ کھا رہا تھا۔ ورنہ اسے کوئی بھوک پیاس نہیں لگتی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملکہ نے کہا:

"ہمیں رکنا نہیں چاہیے۔ ہو سکتا ہے سپاہی راتوں رات یہاں پہنچ جائیں۔"

عنبر نے جواب دیا:

"میں تو صرف تمہارے لیے رکا ہوں ملکہ! کیونکہ تم تھک گئی ہو اور تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

ملکہ نے کہا:

"ایسا آرام کس کام کا کہ میں گرفتار ہو جاؤں اور پھر سولی پر لٹکا دی جاؤں۔"

"تو پھر ہمیں اسی وقت یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

"میں تیار ہوں۔" ملکہ بولی۔

تھوڑی دیر بعد عنبر اور ملکہ رات کے اندھیرے میں گھوڑے پر سوار چلے جا رہے تھے۔

صبح ہونے سے پہلے پہلے انہوں نے روم کی سرحد پار کر لی اور ملک سمرنا میں داخل ہو گئے۔ اب ملکہ کو کسی قسم کا فکر نہیں تھا۔ وہ محفوظ ہو چکی تھی۔ عنبر نے بھی خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے جس کام کا وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ کیونکہ بہادر اور نیک کردار والے لوگ جو وعدہ کرتے ہیں اسے ہمیشہ پورا کرتے ہیں۔ چاہے انہیں

کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ قرآنِ پاک میں بھی اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے کہ جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔ اللہ تعالٰے بھی وعدہ پورا کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

عنبر نے ملکہ روم کو سمرنا کے بادشاہ کے حوالے کیا اور خود وہاں سے ماریا اور ناگ کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ وہ واپس روم کی طرف نہیں گیا، کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ماریا روم میں نہیں ہے۔ حالانکہ وہ روم میں ہی تھی۔ وہ سمرنا سے نکل کر ملک مصر کی طرف چل پڑا جو اس وقت روم کے قبضے میں تھا۔ فرعون کا دور ختم ہو چکا تھا اور مصر پر رومی بادشاہ کا گورنر حکومت کرتا تھا۔ مصر عنبر کا وطن تھا۔ مگر ابھی وقت کی گردش نے پیچھے کی طرف ہزار بارہ سو سال کے چکر لگانے تھے پھر کہیں جا کر عنبر کو اپنے شہر کی گلیاں اور دریائے نیل کے کنارے اپنا مکان دکھائی دینا تھا۔ کیونکہ وہ آگے جانے کی بجائے وقت کے پیچھے کی طرف جا رہا تھا جیسے کسی گھڑی کی سوئیاں پیچھے کی طرف چلنا شروع کر دیں۔

عنبر کے پاس سمرنا کے بادشاہ کا دیا ہوا شاندار گھوڑا تھا۔ اس نے رومن سپاہی کی وردی وہیں پھینک دی تھی اور اب ایک نیلے رنگ کی لمبی عبا اور سر پر ریشمی عمامہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باندھے ہوئے تھا جو اس زمانے کے سوداگروں اور شریف لوگوں کا لباس ہوا کرتا تھا۔

عنبر کو ہم اسی جگہ چھوڑتے ہیں اور اب واپس چل کر ماریا کو دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔ وہ روم شہر کی ایک حویلی کے کنوئیں میں بے ہوش پڑی تھی۔ ساری رات بے ہوش رہنے کے بعد ماریا کو ہوش آیا تو کنوئیں میں ہلکی ہلکی روشنی اوپر سے آ رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو جائے اسے وہاں سے کسی نہ کسی طرح نکلنا ہو گا۔ ماریا نے اس سوراخ میں جھانک کر دیکھا جہاں سے پانی کے بہنے کی آواز آ رہی تھی اور جس کے اندر تیندوا رہتا تھا۔ اندر اندھیرا تھا۔ پانی کی آواز کو اس نے غور سے سنا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ پانی آگے جا کر کسی جگہ گر رہا ہے۔ ماریا نے خداوند کا نام لیا، حضرت مسیح علیہ السلام کو یاد کیا۔ سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور سوراخ میں سے گزر کر دوسری طرف پتھروں پر پاؤں رکھ دیئے۔ پانی ٹھنڈا تھا اور اس کے ٹخنوں سے ٹکرا رہا تھا۔ اچانک ایک طرف سے تیندوا اچھل کر آیا اور اس نے اپنے لمبے لمبے بازو چلانے شروع کر دیئے۔ مگر وہ ماریا کو اپنی پکڑ میں نہیں لے سکتا تھا۔

کیوں کہ ماریا غائب تھی۔

ماریا کو اندھیرے میں اب ہر شے دکھائی دے رہی تھی۔ یہ ایک غار تھا جس کی چھت بہت نیچی تھا۔ پانی تیزی سے آگے کی طرف بہہ رہا تھا۔ تیندوا ایک کھوہ میں بیٹھا باہر بازو چلا رہا تھا۔ ماریا پانی میں اتر گئی۔ پانی اس کی گردن تک تھا۔ مگر ماریا ڈوب نہیں سکتی تھی۔ وہ پانی کے اندر سے ہو کر بھی جا سکتی تھی۔ اس نے پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہنا شروع کیا۔ کافی دور جا کر پانی ایک چھوٹی سی آبشار کی طرح ایک ذرا چوڑی نہر میں گرنے لگا۔ ماریا بھی پانی کے ساتھ ہی نہر میں آ گئی۔ یہاں غار بڑا ہو گیا تھا۔ چھت بھی اونچی ہو گئی تھی۔ بہتے بہتے ماریا بہت آگے نکل گئی۔ یہاں ایک طرف سے ہلکی سی روشنی پانی پر پڑ رہی تھی۔ قریب جا کر ماریا نے دیکھا کہ بائیں طرف ایک کوٹھڑی کا دروازہ بنا تھا جو کھلا ہوا تھا۔ روشنی اس کوٹھڑی میں سے آ رہی تھی۔ ماریا پانی سے نکل کر کوٹھڑی میں آ گئی۔ اس کوٹھڑی میں ہلکی ہلکی سفید رنگ کی گیس پھیلی ہوئی تھی۔ جیسے دھواں ہو۔ ماریا نے کوئی خیال نہ کیا اور جس طرف سے روشنی آ رہی تھی اس طرف چلنے لگی۔ یہ ایک اور دروازہ تھا گیس کا سفید دھواں اس دروازے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے آ رہا تھا۔ ماریا دروازے میں سے گذر کر دوسری طرف گئی تو یہاں پتھروں کی دیواروں میں سے ہلکے سفید رنگ کا دھواں نکل رہا تھا۔ دھوئیں میں ماریا کا دم گھٹنے لگا۔ اس نے تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ وہ دھوئیں کے بادل میں گھر چکی تھی۔ وہ بھاگتی چلی گئی۔ آخر وہ کھلی ہوا میں آ گئی۔

اس نے ایک لمبا گہرا سانس لیا۔ اور آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ غار سے باہر نکل چکی تھی۔ اس کے ارد گرد سیاہ پہاڑیاں تھیں۔ اور آسمان پر سورج کی روشنی [illegible] روشنی پھیلی تھی۔ مگر [illegible] ماریا خوف سے کانپ اٹھی۔ اسے اپنا جسم اپنا ہاتھ اپنے پاؤں اور سارا جسم دکھائی دینے لگا تھا۔ میرے خدا! یہ کیا ہو گیا! وہ پریشان ہو گئی جس گیس میں سے وہ گذر کر آئی تھی وہ ہزاروں سالوں سے پتھروں میں سے خارج ہو رہی تھی۔ اس گیس میں کچھ ایسے اجزا تھے کہ جس نے ماریا کے جسم کو ظاہر کر دیا تھا۔

ماریا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اب وہ ایک عام عورت کی طرح کمزور اور بے بس عورت تھی۔ اسے چوٹ لگ سکتی تھی اور تیر یا تلوار کے وار سے ہلاک بھی ہو سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اب وہ کیا کرے گی۔ اس

سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ پھر کیسے غائب ہو گی؟ خیال آیا کہ شاید گیس کا اثر جب ختم ہو جائے تو وہ پھر سے غائب ہو جائے۔ مگر خدا جانے گیس کا اثر کب ختم ہو۔ اور کیا معلوم یہ اثر کبھی ختم نہ ہو۔ اب اسے بھوک بھی لگ رہی تھی۔ کیوں کہ جسم عام انسانوں کی طرح کام کرنے لگا تھا اور اسے کھانے پینے کی ضرورت تھی۔ پھر بھی ماریا چونکہ ایک بہادر عورت تھی اور بڑی بڑی مصیبتیں جھیل چکی تھی اور مشکل سے مشکل حالات سے گذر چکی تھی اس لیے اس نے ہمت نہ ہاری۔

وہ پہاڑیوں سے نکل کر باہر کھلی جگہ پر آ گئی۔ یہاں دور دور تک کھیت تھے۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ بہت دور مکانوں کا جھرمٹ تھا جہاں ایک اونچا سفید ستونوں والا رومن طرز کا بڑا مکان دکھائی دے رہا تھا۔ ماریا نے اپنے لباس پر غور کیا۔ یہ لباس کافی پرانا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ چار سو برس آگے کے زمانے کا تھا۔ کیونکہ وہ چار برس اچانک تاریخ کے پیچھے آ گئی تھی۔ ایک طرف انگور کے باغ تھے۔ ماریا نے وہاں جا کر کچھ انگور کھائے۔ چشمے پر منہ ہاتھ دھویا۔ اپنا چہرہ دیکھا۔ خدا جانے کتنے سو سال کے بعد وہ اپنا خوبصورت چہرہ دیکھ رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیلی آنکھیں، سنہری بال۔ ماریا سچ مچ بڑی خوب صورت لڑکی تھی۔ پرانے رومن دور میں خوبصورت لڑکی اگر لاوارث ہوتی تھی تو اسے کنیز بنا کر فروخت کر دیا جاتا تھا اور پھر اس کی عمر کسی امیر آدمی کے محل میں لوگوں کی جوتیاں سیدھی کرتے اور خدمت کرتے گزر جاتی تھی۔ یہ سوچ کر ماریا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ وہ ایک طاقتور عورت سے ایک کمزور اور بے بس عورت بن گئی ہے۔

وہ منہ ہاتھ دھو کر چشمے سے اٹھی۔ اسے اور بھوک محسوس ہوئی۔ انگور کھانے سے اس کا پیٹ نہیں بھرا تھا وہ انگور کے باغ میں گھس گئی اور دیر تک سیاہ انگور توڑ توڑ کر کھاتی رہی۔ اچانک کسی مرد کے مضبوط ہاتھوں نے اسے پیچھے سے اپنی گرفت میں لے لیا۔ ماریا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ یہ ایک سیاہ فام حبشی تھا جو سفید دانت نکالے مسکرا رہا تھا۔

"کھاؤ۔ اور انگور کھاؤ۔ فکر نہ کرو۔ یہ میرا باغ ہے۔"

ماریا کو پہلی بار محسوس ہوا کہ وہ رومن زبان اتنی جلدی اور آسانی سے نہیں سمجھ رہی جتنی وہ غائب ہو کر سمجھ لیا کرتی تھی۔ اس نے ٹوٹی پھوٹی زبان میں سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"معاف کر دو؟"

حبشی ہنس پڑا۔ اس نے ماریا کے سنہری بالوں کا گچھا ہاتھ میں لے کر کہا:

"تم بڑی قیمتی لڑکی ہو۔"

اور قہقہہ لگا کر ہنسا۔ ماریا خوف سے کانپ گئی۔ خدا جانے یہ حبشی اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ حبشی نے اسے بازو سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا اپنے مکان میں لے گیا۔ اور وہیں اسے بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔ ماریا بھی سر تھام کر بیٹھ گئی۔ اس کے مصیبت کے دن شروع ہو گئے تھے۔ اب اسے افسوس ہونے لگا کہ وہ کیوں کنوئیں سے باہر نکلی۔ وہیں پڑی رہتی آخر کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی تو کنوئیں میں آتا یا رستا لٹکا دیتا۔ اس کے جسم نے ظاہر ہو کر اسے بے بس اور کمزور عورت کے روپ میں بدل دیا تھا۔ اسے عنبر اور ناگ یاد آنے لگے۔ اپنے ان پیارے دوستوں اور بھائیوں کو یاد کر کے ماریا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ کافی وقت گزرنے کے بعد باہر کسی رتھ کے کھڑے ہونے اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔ پھر کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ سامنے وہی حبشی کھڑا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک موٹی توند والا گنجا رومن بھی کھڑا ماریا کو تک رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حبشی ماریا کو کھینچ کر کوٹھڑی سے باہر روشنی میں لے آیا۔ رومن گنجے ماریا کے سنہری بال اور نیلی آنکھیں دیکھ کر مسکرایا حبشی نے سر جھکا کر کہا:

"میرے آقا! اب بتاؤ! کیا دام دو گے اس کے؟"

ماریا کا رنگ زرد ہو گیا۔ یہ حبشی اسے اس رومن گنجے کے پاس فروخت کر رہا تھا۔ گنجے رومن نے ماریا کو ادھر ادھر گھما کر دیکھا۔ پھر کمر کے ساتھ لٹکی ہوئی تھیلی میں سے سونے کے چند سکے نکال کر حبشی کو دیئے۔ حبشی بڑا خوش ہوا۔ رومن گنجے نے ماریا کے ہاتھ پیچھے باندھے اور رتھ پر سوار کرواتے ہوئے کہا:

"اب تم میری غلام ہو۔ میری کنیز ہو۔ میں جو تمہیں حکم دوں گا تمہیں ماننا پڑے گا۔ چلو میرے ساتھ"

ماریا نے تھوڑی سی جدوجہد کی مگر وہ اب ایک کمزور ناتواں سی لڑکی تھی۔ اس بھاری بھرکم طاقتور گنجے رومن کے آگے بے بس تھی۔ وہ رتھ میں اس کے ساتھ سوار ہو گئی اور رتھ واپس مڑ کر سڑک پر دوڑنے لگا۔ کھیتوں سے گذر کر ایک چھوٹا سا شہر آ جاتا تھا۔ یہ رومن گنجا اس شہر کا سب سے بڑا سوداگر تھا اور سفید ستونوں والی حویلی اسی کی تھی۔ حویلی کے باہر غلاموں نے جھک کر گنجے رومن

سوداگر کا استقبال کیا۔ کنیزیں آگے بڑھیں۔ اپنے مالک کے لباس پر سے گرد جھاڑی۔ اس کے پاؤں اپنے دوپٹوں سے صاف کیے۔ رومن سوداگر نے ماریا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کنیزوں سے کہا:

"یہ بھی تمہاری طرح میری ایک غلام ہے۔ میری کنیز ہے۔ اسے لے جا کر نئے کپڑے پہناؤ۔ اس کے کپڑوں سے بو آ رہی ہے۔ نہ جانے اس نے کس ملک کا لباس پہن رکھا ہے۔"

کنیزوں نے ماریا کو ساتھ لیا اور حویلی کے اندر لے گئیں۔ حویلی کا بڑا دروازہ بند کر دیا گیا۔ کنیزوں نے ماریا کے ہاتھ کھول دیئے۔ اسے نہلایا اور نئے کپڑے پہننے کو دیئے۔ جب ماریا نہانے کے بعد نئے کپڑے پہن کر آئی تو اس کی خوب صورتی کو دیکھ کر ساری کنیزیں اس پر رشک کرنے لگیں۔ ایک کنیز ادھیڑ عمر کی تھی۔ اس کا نام جونا تھا۔ وہ بڑی چالاک اور مکار کنیز تھی اور اپنے مالک کی جاسوس تھی۔ کوئی کنیز اگر وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرتی تو وہ اسے پکڑ کر مالک کے حوالے کر دیتی جو کنیز کو بھوکے کتوں کے آگے ڈال دیا تھا۔ ساری کنیزیں اس ادھیڑ عمر کنیز جونا سے بڑا ڈرتی تھیں۔ جونا بھی ماریا کی خوبصورتی سے جل بھن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی۔ اس نے ماریا کو بالوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا:

"یہاں تم کوئی بیگم صاحبہ نہیں ہو جو اس طرح بال بنا کر آ گئی ہو۔ تم غلام ہو۔ نوکرانی ہو۔ تمہیں پیسے دے کر میرے مالک نے خریدا ہے۔ چلو جا کر دالان کا فرش صاف کرو۔"

ماریا غصے کو پی کر رہ گئی۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے مکار جونا کی طرف دیکھ کر سر جھکا کر آہستہ سے کہا:

"اچھا بیگم صاحبہ!"

ایک کنیز ہنس پڑی۔ جونا نے زور سے اس کے منہ پر طمانچہ مارا کڑک کر کہا:

"خبردار جو منہ کھولا۔ بدتمیز۔"

اور بددماغی سے منہ پھیر کر باہر نکل گئی۔ شگوفہ نام کی ایک کنیز ماریا کا بازو تھام کر اسے باہر دالان میں لے گئی۔ یہ ایران کی کنیز تھی اور ماریا اسے بڑی اچھی لگی تھی۔ دالان میں لے جا کر اس نے ماریا کو لمبا سا جھاڑو دے کر کہا:

"دالان صاف کر کے سامنے باغ میں آ جانا۔ میں وہاں پر تمہیں ملوں گی۔ میرا نام شگوفہ ہے۔"

ماریا نے کہا:

"تم فارسی میں بات کرو۔ میں فارسی زبان جانتی ہوں رومن زبان مجھے زیادہ نہیں آتی۔"

شگوفہ ہنس پڑی اور فارسی میں کہنے لگی:

"پھر تم میری بہن ہو۔ مگر تم ایرانی ہو کیا؟"

ماریا اسے کیا بتاتی کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے اور کہاں جا رہی ہے۔ اس نے کہا:

"نہیں! میں مصر کی رہنے والی ہوں۔ مگر میں پہلے ایران میں ایک سوداگر کی کنیز رہ چکی ہوں۔ میری ماں بھی ایران میں رہتی تھی۔"

شگوفہ نے مسکرا کر کہا:

"خدا حافظ! میں تمہارا باغ میں انتظار کروں گی۔"

شگوفہ چلی گئی اور ماریا جھاڑو سے دالان کا فرش صاف کرنے لگی۔

○

پیارے دوستو! اس وقت عنبر اپنے ساتھی ناگ اور ماریا کی تلاش میں سمرنا سے نکل کر ملک مصر کی طرف جا رہا ہے اور ماریا ملک روم میں ایک سوداگر کی حویلی میں کنیز بن کر دالان میں جھاڑو دے رہی ہے اور اب میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ ناگ کہاں ہے اور میری ناگ سے کیسے ملاقات ہوئی۔

میں آپ کے لئے بیٹھا کہانی لکھ رہا تھا کہ مجھے چائے پینے کی بڑی خواہش ہوئی دیکھا تو چائے کی پتی ختم ہو گئی تھی۔ میں اپنے اپارٹمنٹ سے نکل کر لفٹ میں بیٹھا اور نیچے ویٹ نامی سپر سٹور میں چائے کی پتی لینے آ گیا۔

میں نے چائے کی قیمت ایک ڈالر چھ سینٹ ادا کی اور جونہی سٹور باہر نکلا بچے بھاگتے ہوئے میرے آگے سے گذر گئے۔ وہ سانپ سانپ کا شور مچا رہے تھے۔ ویٹ نامی سٹور کا مالک بھی سانپ کا شور سن کر باہر نکل آیا۔ کچھ اور امریکی اور ویٹ نامی بھی وہاں آ گئے۔ نیگرو کالے بچے پرے کھڑے ہو کر ایک جھاڑی کی طرف اشارہ کر کے بولے:

"وہاں کالا سانپ ہے۔ ہم نے خود دیکھا ہے۔"

ویٹ نامی سٹور والا اندر سے لمبی سلاخ لے آیا۔ ایک امریکی نے پستول نکال لیا اور وہ جھاڑی کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا جونہی میں جھاڑی کے قریب پہنچا، میرے قدم اپنے آپ رک گئے۔ مجھے ناگ کی خوشبو آ رہی تھی۔

پیارے دوستو! تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ میں اس سے پہلے ناگ عنبر ماریا کے سفر کی ایک سو قسطیں لکھ چکا ہوں اور اب ان کے واپس کے سفر کی قسطیں لکھ رہا ہوں۔ یہ لوگ اتنی دیر میں میرے دوست بن گئے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ میں بھی عنبر ناگ اور ماریا کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ اب مجھے بھی ان کی خوشبوئیں آتی ہیں۔ مگر ابھی تک میری ان میں سے کسی کے ساتھ بھی آمنے سامنے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

جب سے میں نے عنبر ناگ ماریا کی پر اسرار داستان بیان کرنی شروع کی ہے، یہ پہلا موقع تھا کہ پاکستان سے اتنی دور امریکہ کے شہر واشنگٹن میں مجھے ناگ کی خوشبو بالکل اپنے قریب سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ میں نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا کہ کہیں ناگ میرے پاس تو نہیں کھڑا اور پیارے دوستو! میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ عنبر ناگ اور ماریا کی شکلوں سے بھی میں واقف ہو گیا ہوں۔ میں ان کو پہچان لیتا ہوں:

ناگ کی خوشبو برابر آ رہی تھی مگر وہ مجھے آس پاس کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ویٹ نامی سٹور والا سلاخ اٹھائے اور امریکی آدمی پستول نکالے جھاڑی کی طرف پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے بڑھ رہے تھے۔ ناگ کی خوشبو زیادہ تیز ہو گئی۔ اچانک ویٹ نامی چیخا:

"وہ رہا سانپ! کالا سانپ ہے۔ یہ انڈین کوبرا ہے۔

میں نے انڈین کوبرا دیکھے ہیں۔"

امریکی نے پستول کا فائر کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سانپ تیزی سے نکلا اور دوسری جھاڑی میں جا کر غائب ہو گیا۔ امریکی جھاڑی میں فائر کرنے لگا۔ اچانک میرا دل اچھل پڑا۔ خدا نہ کرے کہیں یہ ناگ تو نہیں ہے؟

یہ خیال بجلی کی طرح میرے دماغ میں چمک اٹھا۔ ناگ کی خوشبو کافی تیز ہو گئی تھی۔ ویٹ نامی جھاڑی پر سلاخیں مار رہا تھا اور امریکی ذرا پرے ہٹ کر کھڑا تھوڑی تھوڑی دیر بعد پستول کا فائر کر دیتا تھا۔ ناگ کا خیال آتے ہی میں نے ہاتھ اٹھا کر چلاتے ہوئے کہا:

"پلیز! رک جاؤ۔ اسے نہ مارو۔ یہ انڈین کوبرا ہے۔ میں سانپ پکڑنا جانتا ہوں۔ میں اسے پکڑ کر واشنگٹن کے چڑیا گھر والوں کو دے دوں گا۔"

ویٹ نامی اور امریکی رک گئے۔ اب وہاں دوسرے ہسپانوی، نیگرو اور امریکی مرد بچے اور عورتیں بھی جمع ہو گئی تھیں۔ بلڈنگ کی گیلریوں میں بھی کچھ عورتیں کھڑی تماشا دیکھ رہی تھیں سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ باغ میں سانپ نکلا ہے۔ میں جھاڑی کی طرف بڑھا۔ میرے دل میں یہ خوف بھی تھا کہ اگر یہ سانپ ناگ نہ ہوا تو وہ مجھے ڈس لے گا اور میرا زندہ بچنا محال ہو جائے گا۔ پھر میں غنبر ناگ اور ماریا

کے سفر کی اگلی قسطیں کیسے لکھ سکوں گا۔ لیکن ناگ کی تیز سے تیز تر ہوتی خوشبو میرا حوصلہ بڑھا رہی تھی اور مجھے جھاڑی کی طرف لیے جا رہی تھی۔ مجھے ایک ہی ڈر تھا کہ کہیں یہ لوگ سانپ کو ہلاک نہ کر دیں۔ کیونکہ اب مجھے یقین ہو چلا تھا کہ ہو نہ ہو جھاڑی میں جو سانپ ہے وہ ناگ ہی ہے۔ کیوں کہ اس کی خوشبو مجھے صاف محسوس ہو رہی تھی اور میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ ویٹ نامی لوہے کی سلاخ لیے اور امریکی پستول تانے سانپ کو مارنے کے لیے بالکل تیار تھے۔ ادھر اُدھر کھڑی عورتیں بھی انہیں کہہ رہی تھیں کہ یہاں ہمارے بچے کھیلا کرتے ہیں سانپ کو مار ڈالو۔

میں جھاڑی کے پاس جا کر رُک گیا۔

اچانک جھاڑی میں سے ایک کالی بلی نکل کر نہانے والے تالاب کی طرف بھاگ گئی۔ لوگوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ کیوں کہ وہ تو سانپ کی تلاش میں تھے۔ مگر میں نے اچانک محسوس کیا کہ ناگ کی خوشبو آنا بند ہو گئی تھی۔ اب میرا شک یقین میں بدل گیا کہ سانپ ناگ ہی تھا اور وہ خطرہ دیکھ کر بلی بن کر بھاگ گیا ہے۔ میں بے دھڑک جھاڑی میں گھس گیا۔ ویٹ نامی اور امریکی بھی میرے سامنے آ کر جھاڑی میں سانپ کو تلاش کرنے لگے۔ مگر وہاں اب سانپ کہاں تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھلا۔ میں نے کہا:

"میرا خیال ہے سانپ کسی بل میں گھس گیا ہے۔"

ایک امریکی بوڑھا بولا:

"میں فائر بریگیڈ والوں کو فون کرتا ہوں۔ وہ آ کر زمین کے اندر پانی ڈال کر سانپ کو باہر کھینچ لائیں گے۔"

مجھے ان سے اب کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں وہاں سے ہٹ گیا اور اس باغ کی طرف چلا جہاں ہماری بلڈنگ کا اپنا تیرنے کا تالاب تھا۔ سردی کی وجہ سے تالاب بند پڑا تھا۔ بلّی اسی طرف بھاگ کر گئی تھی۔ تالاب کے پیچھے چیری کے بے شمار درخت اور جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ میں ان درختوں میں آ گیا۔ کسی نے خیال نہ کیا کہ میں اِدھر کیا کرنے جا رہا ہوں۔ لوگ ابھی تک جھاڑی کے ارد گرد کھڑے سانپ کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔

ایک طرف سے مجھے ناگ کی خوشبو آئی۔ میں اس طرف کو چلا۔ تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک جگہ سے جھاڑیاں ہل رہی ہیں اور پھر ان جھاڑیوں میں سے لمبے قد کا سانولا خوش شکل نوجوان نکل آیا جس کی آنکھیں سرخی مائل گلابی تھیں اور جو اپنی پلکیں نہیں جھپک رہا تھا۔ میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔ یہ ناگ تھا۔

تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

ناگ نے ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ میں نے کہا:

"مجھے بھی تم سے مل کر خوشی ہوئی ہے ناگ۔"

ناگ بولا: "میرے دل میں بڑی حسرت تھی کہ میں اس شخص کو دیکھوں جس نے میرے کردار کو تخلیق کیا ہے۔ آج میری یہ خواہش پوری ہو گئی۔"

میں نے کہا:

"مگر تم امریکہ میں کیسے نکل آئے۔ کیونکہ عنبر اور ماریا کو پرانے رومن زمانے میں جا چکے ہیں۔ عنبر اس وقت کئی سو برس پیچھے تاریخ کے دور میں سمرنا سے نکل کر تمہاری اور ماریا کی تلاش میں ملک مصر کی طرف جا رہا ہے۔"

ناگ نے میری بات کاٹ کر پوچھا:

"اور ماریا کہاں ہے؟"

میں نے کہا:

"مجھے افسوس ہے کہ ماریا اس وقت مشکل میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ ملک روم میں ایک گنجے رومن جاگیردار کی حویلی میں اس کی کنیز بن کر نوکرانیوں کا کام کر رہی ہے۔"

ناگ اداس ہو گیا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کاش! میں ماریا بہن کی کچھ مدد کر سکتا۔"

میں نے کہا:

"خدا نے چاہا تو اس کی مصیبت کٹ جائے گی۔"

ناگ نے کہا:

"مگر یہ کہانی تو خود تم لکھ رہے ہو۔ ایک طرح سے تم نے ہی اسے وہاں کنیز بنا کر رکھوایا ہے۔ تم اسے وہاں سے کیوں نہیں نکال دیتے۔"

میں نے جواب دیا:

"ناگ بھائی! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کہانی میں ہی لکھ رہا ہوں۔ مگر اس پر میرا کوئی اختیار نہیں ہے پلاٹ جیسے جیسے آگے جاتا ہے۔ میں ویسے ویسے اس کے پیچھے چلتا جاتا ہوں۔ ایک طرح سے تمہارے واپسی کے سفر کی کہانی خود بخود مجھ سے لکھوائی جا رہی ہے۔ حالات جیسے بدلتے چلے جاتے ہیں میں انہیں لکھتا چلا جاتا ہوں۔ میں اپنی طرف سے نہ تو حالات کو بدل سکتا ہوں اور نہ اگر وہ خراب ہیں تو انہیں ٹھیک کر سکتا ہوں۔"

ناگ خاموش ہو گیا۔ ہم دھوپ میں آ کر ایک بنچ پر بیٹھ گئے سامنے سڑک پر ۱۹۸۲ء کے ماڈل کی خوبصورت کاریں بھاگی جا رہی

تھیں۔ دور کچھ لوگ جھاڑی کے پاس جمع ابھی تک سانپ کو تلاش کر رہے تھے۔

ناگ نے کہا:

"تم ٹھیک کہتے ہو دوست! ہماری کہانی اپنے آپ حالات اور واقعات کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ اس میں نہ تم دخل دے سکتے ہو اور نہ ہم کچھ کر سکتے ہیں۔ بہرحال میں اب جلد از جلد ماریا کے پاس جانا چاہتا ہوں تاکہ اسے اس کی مصیبت سے نجات دلا سکوں۔"

میں نے ناگ سے کہا:

"خدا نے چاہا تو تم اس کے پاس ضرور پہنچ جاؤ گے مگر پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم تو دمشق میں تھے جب تاریخ نے ایک دم سے چار سو سال کا پلٹا کھایا اور چار سو برس پہلے کا رومن دور آ گیا تھا پھر تم دو ہزار برس آگے ۱۹۸۲ء کے امریکہ میں کیسے نکل آئے؟"

ناگ کہنے لگا:

"مجھے خود معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔ میں دمشق میں ایک پرانے مندر میں کھڑا ایک تانبے کے گول چکر کو دیکھ رہا تھا جس پر ستاروں کے نشان بنے ہوئے تھے۔ اصل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں یہ چکر سالوں اور مہینوں کا حساب بتاتا تھا۔ میں نے اس چکر کو ہاتھ لگایا تو اس نے آگے کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ میرے دیکھتے دیکھتے چکر کی گردش تیز ہو گئی۔ میں پیچھے ہٹا۔ مگر کیا دیکھتا ہوں کہ جس جگہ میں کھڑا ہوں وہاں گرد و غبار سا اٹھنے لگا ہے۔ یہ گرد و غبار ایک بگولا بن گیا اور اس بگولے نے مجھے اپنے اندر لپیٹ لیا۔ یہ بگولا تانبے کے چکر کے ساتھ ہی زور زور سے آگے کی طرف گردش کرنے لگا۔ پھر مجھے کچھ ہوش نہیں رہا اور میں بے ہوش ہو گیا۔ جس وقت مجھے ہوش آیا تو میں ایک ایسے باغ میں گھاس پر پڑا تھا جس کے اندر ایک سفید عمارت پر امریکہ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ میرے قریب ہی سرخ و سپید امریکی عورتیں بنچ پر بیٹھی سینڈوچ کھا رہی تھیں۔ مجھے تمہاری تلاش تھی۔ کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ تم آج کل امریکہ کے شہر واشنگٹن میں وائس آف امریکہ میں کام کر رہے ہو۔"

میں نے ناگ سے جھٹ پوچھا،

"مگر تم تو مجھے پہچان ہی نہیں سکتے تھے۔ پھر تم مجھے کیسے ملتے؟"

ناگ مسکرایا،

"تمہاری کہانی تو تم لکھ رہے ہو مگر شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ہمیں بھی تمہاری خوشبو آ جاتی ہے۔ میں خوشبو کی تلاش میں تھا اور پھر ایک طرف سے مجھے تمہاری خوشبو آئی۔ میں اٹھ کر ادھر کو روانہ ہو گیا۔ مصیبت یہ تھی کہ میرا لباس پرانے زمانے کا تھا اور لوگ مجھے مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ اوپر سے ایک اور مصیبت یہ ہوئی کہ میں چونکہ سانپ ہوں اور انسان کی شکل میں ہوں اس لیے آنکھیں نہیں جھپکتا تھا۔ اس کا علاج میں نے یہ کیا کہ کسی کی طرف دیکھتا ہی نہیں تھا۔ پھرتے پھراتے میں تمہاری اس بلڈنگ کے پاس آ گیا۔ اس بلڈنگ کے ایک اپارٹمنٹ سے مجھے تمہاری خوشبو آ رہی تھی۔ میں بلڈنگ میں جانے لگا تو معلوم ہوا کہ چابی کے بغیر دروازہ نہیں کھلے گا۔ میں نے فوراً سانپ کا روپ بدل لیا۔ بدقسمتی یہ ہوئی کہ کچھ بچوں نے مجھے دیکھ لیا اور سانپ سانپ کا شور مچانا شروع کر دیا۔ میں لپک کر جھاڑی میں چھپ گیا اس کے بعد جو کچھ ہوا تمہیں معلوم ہی ہے۔"

میں ناگ کی کہانی بڑے غور سے سن رہا تھا اور حیران تھا کہ دمشق کے مندر میں وقت کا چکر کیسے آگے کو گھومتا ہوا اسے حضرت مسیح کے ایک سو سال بعد کے زمانے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اٹھا کر ۱۹۸۲ء کے ماڈرن واشنگٹن شہر میں لے آیا ہے۔ حالانکہ
میں ناگ عنبر اور ماریا کی کہانی لکھ رہا ہوں۔ مگر مجھے معلوم
نہیں تھا کہ ناگ کے ساتھ ایسا حادثہ گزرے گا۔ پیارے بچو!
اب آپ کو بھی یقین آگیا ہو گا کہ میں یہ کہانی نہیں لکھ رہا
بلکہ جیسے جیسے کہانی آگے بڑھتی جاتی ہے میں اسے لکھتا
چلا جاتا ہوں۔

میں نے ناگ سے کہا:

"اس وقت سب سے بڑا کام یہ ہے کہ تمہیں واپس
عنبر اور ماریا کے پاس پہنچانا ہو گا۔ مگر تم کیسے اور کیوں کر
جاؤ گے؟ مجھے خود معلوم نہیں۔"

ناگ بولا:

"میں ماریا کی مدد کرنے کو بے تاب ہوں۔ میری بہن سخت
مشکل میں ہے۔"

میں نے کہا:

"میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ کہانی کے واقعات
جیسے آگے بڑھیں گے تمہیں بھی اس کے ساتھ چلنا
ہو گا اور میں بھی ویسے ہی لکھتا جاؤں گا۔"

ناگ ماریا کے لیے پریشان تھا۔ اس نے ٹھنڈا سانس
بھرا اور دور واشنگٹن کی اونچی اونچی خوب صورت چمکیلی عمارتوں
کی طرف دیکھنے لگا۔

ناگ اور سُپرمین

ناگ کو لے کر میں اپنی بلڈنگ میں داخل ہو گیا۔

میں نے اسے ایک طرف لفٹ کے پاس لے جا کر کہا:

"میں تم سے ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بچے
بھی میرے ساتھ امریکہ آئے ہوئے ہیں اور اپارٹمنٹ
میں ہی میرے ساتھ رہتے ہیں۔ اب تم آنکھیں
نہیں جھپکتے، ہو سکتا ہے کہ بچے تمہیں دیکھ کر کچھ
خوف کھائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں معلوم
ہو جائے کہ تم اصل میں عنبر ناگ ماریا والے ناگ
ہو۔ کیوں کہ دوسرے بچوں کی طرح میرے بچے بھی
تمہاری قسطیں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ اگر انہیں
معلوم ہو گیا کہ تم ناگ ہو تو اس کا اثر تمہاری کہانی
پر ٹھیک نہیں پڑے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارا
راز فاش ہو۔ کیوں کہ تم اور عنبر اور ماریا تاریخ کے
پر اسرار کردار ہو اور تاریخ کے پیچھے کی طرف ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑا ہی پراسرار اور رازوں بھرا سفر طے کر رہے ہو۔ وقت تمہارے ساتھ ساتھ پیچھے کی طرف جا رہا ہے۔ سارے واقعات ایک زنجیر کی طرح اسی ترتیب کے ساتھ ایک بار پھر دہرائے جا رہے ہیں۔ اگر اس میں سے زنجیر کی ایک بھی کڑی ہل گئی تو سارا کام تہس نہس ہو جائے گا اور پھر خدا جانے آج کے زمانے میں اس کا کس قدر تباہ کن اثر پڑے۔ اسی لیے میں تمہیں اپنے بچوں سے چھپا کر، تمہارے راز کو راز ہی بنا کر رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے"؟ ناگ کہنے لگا:

"میں تمہارے خیال سے اتفاق کرتا ہوں۔ ہمارا راز راز ہی رہنا چاہیے"

میں نے کہا:

"تو پھر تم کس شکل میں میرے ساتھ اپارٹمنٹ میں جانا پسند کرو گے؟"

ناگ بولا:

"کیا چھوٹا سا سانپ نہ بن جاؤں۔ اصل میں کوئی دوسرا جانور بننے میں مجھے بھوک پیاس لگے گی مگر سانپ بن جانے سے میں بھوک پیاس سے بے پروا ہو جاتا ہوں"

"جیسے تمہاری مرضی" میں نے کہا۔

ہم اوپر جانے والی لفٹ کے پاس کھڑے تھے۔ ایک امریکی عورت بھی ہمارے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور لفٹ کے نیچے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ ناگ نے نظریں نیچی کر رکھی تھیں تاکہ عورت کو یہ نہ پتہ لگ سکے کہ وہ آنکھیں نہیں جھپکا رہا۔ اتنے میں لفٹ نیچے آ گئی۔ اس کا دروازہ کھلا۔ ہم اندر داخل ہو گئے۔ امریکی عورت بھی ہمارے ساتھ ہی اندر آ گئی۔ میں نے نمبر چار کا بٹن دبا دیا۔ کیونکہ میں چوتھی منزل پر نمبر ۴۰۱ اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔ لفٹ کا دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا اور وہ اوپر کو اٹھنے لگی۔ چوتھی منزل پر لفٹ سے نکل کر ناگ نے کہا:

"کم بخت یہ امریکی عورت تو پیچھا نہیں چھوڑ رہی۔ اب کیا کروں؟ کس جگہ سانپ بنوں؟"

میں نے ناگ کا ہاتھ پکڑا اور اسے ایک طرف لے گیا۔ آمنے سامنے اپارٹمنٹ کے رنگین دروازوں کے درمیان میں ایک راستہ دور تک چلا گیا تھا جس پر قالین بچھا ہوا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہاں کوئی نہیں ہے تو میں نے ناگ کو اشارہ کیا۔ ناگ نے سانس اوپر کو کھینچا اور ایک ہی پل میں قالین پر سبز رنگ کا ایک چھوٹا سا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ذرا جھک کر سانپ کو اٹھایا اور جیب میں رکھ لیا۔ پھر میں نے اپنے اپارٹمنٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی گھنٹی بجائی۔ میری بچی نے دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بیوی بچوں سے باتیں کرتا رہا۔ چائے کا ایک پیالہ پیا۔ سارا وقت میرا ہاتھ میری اس جیب میں ہی رہا۔ جس میں ناگ سانپ کی شکل میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے بیٹے نے پوچھا:

"ابو! آپ جیب سے ہاتھ کیوں نہیں نکال رہے آج؟"

میں نے جلدی سے ہاتھ باہر نکال کر کہا:

"نہیں نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں بس یونہی جیب میں ہاتھ ڈال رکھا تھا۔"

اب مجھے یہ خطرہ تھا کہ کہیں ناگ باہر نہ نکل آئے۔ کیوں کہ وہ سانپ کی شکل میں تھا اور اگرچہ باہر سخت سردی تھی مگر اپارٹمنٹ کی فضا گرم تھی۔ اگر سانپ کو گرمی لگی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جیب سے باہر نکل آئے۔ ایک پریشانی یہ تھی کہ میں اس سانپ کو کس جگہ چھپاؤں۔ اپارٹمنٹ کے سارے کمرے بڑے صاف ستھرے تھے اور ہر کمرے میں قالین بچھا تھا اور کہیں کوئی کوڑا کرکٹ بھی نہیں تھا کہ وہاں سانپ کو لے جا کر ڈال دوں۔ کوڑا ایک چھوٹے سے ڈرم میں پلاسٹک کے بڑے لفافے میں دن بھر جمع ہوتا رہتا تھا اور شام کو لفافہ بند کر کے ایک جگہ سے نیچے کھسکا دیا جاتا تھا جہاں سے ایک بہت بڑا ٹرک آ کر اسے اٹھا کر لے جاتا تھا۔ مجھے اپنی جیب میں کچھ سرسراہٹ سی

محسوس ہوئی۔ میں جلدی سے اٹھا اور بیڈ روم میں چلا گیا۔

میری بیوی نے آواز دی:

"چائے اور نہیں پئیں گے کیا؟"

میں نے بیڈ روم ہی سے جواب دیا۔

"ابھی آ کر پیتا ہوں ذرا کپڑے تبدیل کر لوں۔"

مگر میں کپڑے بدلنے کی بجائے سانپ کو چھپانے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر رہا تھا۔ آخر میں نے کپڑے رکھنے والی الماری میں ایک خالی ڈبہ دیکھا۔ میں نے سانپ کو اس ڈبے میں بند کر دیا اور آہستہ سے کہا:

"میرے دوست ناگ! جب تک میں نہ تمہیں باہر نکالوں تم یہاں سے ہرگز نہ ہلنا۔"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یا اگر دیا بھی ہو گا تو میں سانپ کی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میں بیڈ روم سے باہر سٹنگ روم میں آیا تو میری بیوی نے کہا:

"آپ اندر کس سے بات کر رہے تھے؟"

مجھے حیرانی ہوئی کہ میں آہستہ بولا تھا مگر میری بیوی نے میری آواز سن لی تھی۔ کسی نے سچ کہا تھا کہ بیویوں کے بڑے کان ہوتے ہیں۔ خیر جناب وہ رات تو کسی نہ کسی طرح گزر گئی۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ ناگ کو سانپ کی شکل میں وہاں نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رکھوں گا۔ میں اسے طوطا بلی یا کتا بنا کر بھی رکھ سکتا تھا مگر ہماری بلڈنگ میں پالتو جانور اور پرندے رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

رات بھر میں یہی سوچتا رہا تھا۔ آخر دل نے کہا کہ ناگ کو کسی دوسری جگہ رہنا چاہیے۔ اگر وہ یہاں رہا تو اس کا راز کھل جائے گا اور اگر راز کھل گیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ ایک ہی طریقہ تھا کہ ناگ اس وقت تک کسی ہوٹل میں ٹھہرے جب تک کہ حالات کا اور وقت کا چکر پھر سے پیچھے کو نہیں گھومتا اور وہ ایک ہزار نو سو برس تاریخ میں پیچھے کی طرف نہیں نکل جاتا۔

دوسرے روز میں دفتر جانے لگا تو بڑے طریقے سے سانپ کو نکال کر جیب میں رکھا اور اپارٹمنٹ سے نکل کر سامنے بس شاپ پر آ گیا۔ وہاں ٹیلی فون لگا تھا۔ میں نے وہاں سے دفتر فون کر دیا کہ آج میں دفتر نہیں آؤں گا۔ اور ناگ کو لے کر واشنگٹن کے چڑیا گھر کی طرف آ گیا۔

واشنگٹن کا چڑیا گھر بہت بڑا ہے۔ اور آدمی کو سارا چڑیا گھر دیکھتے دیکھتے پورا دن لگ جاتا ہے۔ میں ٹیلے کی ایک ڈھلان پر درختوں کے نیچے گھاس پر بیٹھ گیا اور سانپ کو جیب سے نکال کر باہر گھاس پر رکھ دیا۔ سانپ نے کنڈلی ماری۔ میں نے جب اپنی تسلی کر لی کہ میرے اردگرد کوئی نہیں ہے تو سانپ کے قریب منہ لے جا کر کہا:

"ناگ! اب تم انسانی شکل میں آ سکتے ہو۔"

پلک جھپکتے میں میرے سامنے ناگ اسی انسانی شکل میں بیٹھا تھا۔ میں نے اسے ساری مشکل بیان کر دی کہ میرے اپارٹمنٹ میں رہنے میں کیا مشکلات ہیں۔ ناگ غور سے سنتا رہا پھر بولا:

"کیوں نہ میں یہاں کسی سرائے میں رہ لیتا ہوں۔"

میں نے ہنس کر کہا:

"یہ امریکہ ہے۔ ۱۹۸۲ء کا امریکہ ہے اور تم اس وقت امریکہ کے دارالحکومت اور امریکہ کے سب سے خوبصورت اور ماڈرن شہر واشنگٹن میں بیٹھے ہو۔ یہاں سرائے کی بجائے ساٹھ ساٹھ منزلہ ہوٹلوں کی عمارتیں ہیں جن کی چھتوں پر درخت اگائے گئے ہیں اور جن کا ایک دن کا کرایہ چار سو ڈالر ہے۔ اتنے پیسے کہاں سے آئیں گے؟"

ناگ ہنس پڑا۔ میں نے پوچھا:

"تم ہنسے کیوں ہو؟"

ناگ بولا: "ہنسا اس لیے ہوں کہ یہ تم کہہ رہے کہ میں پیسے یا ڈالر کہاں سے لاؤں گا؟ جبکہ خود تم اپنی قسطوں میں مجھ سے بادشاہوں کے خزانے کھدوا کر وہاں سے ہیرے جواہرات نکلواتے رہے ہو۔"

میں نے جلدی سے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تو کیا وہ میں اپنے لیے نکلواتا رہا ہوں؟ اگر میں وہ خزانے اور دولت اپنے لیے نکلواتا تو مجھے اپنے پیارے وطن پاکستان سے اتنی دور آ کر نوکری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں تو پھر دنیا کا سب سے زیادہ امیر آدمی ہوتا۔ وہ تو جیسے کہانی آگے چلتی تھی تم کسی نہ کسی خزانے میں سے ہیرے جواہرات یا سونے کی اشرفیاں نکال کر اپنے اوپر خرچ کر لیتے تھے۔ میں نے تم سے ایک اشرفی بھی کبھی ادھار مانگی ہے؟"

ناگ زور سے ہنسا کہنے لگا:

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ میں نے کب کہا ہے کہ میں خزانے میں سے اشرفیاں نکال کر تمہیں دے دیا کرتا تھا۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ تم تو جانتے ہو کہ میں زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا پتہ چلا لیتا ہوں۔ بس یہاں واشنگٹن میں بھی میں پتہ کر لوں گا کہ کہاں زمین کے اندر کوئی خزانہ دفن ہے۔ بس اس میں سے اپنی ضرورت کی رقم نکال کر خرچ کر لوں گا۔"

مجھے فوراً خیال آیا کہ ناگ تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ تو زمین میں دفن خزانوں کا پتہ لگانے کا ماہر ہے۔ اسے واشنگٹن میں کسی ہوٹل میں رہنے کے لیے یہ پریشانی نہیں ہو گی کہ ہوٹل کے کرائے اور اخراجات کے لیے ڈالر کہاں سے آئیں گے۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا:

"معاف کرنا میرے دوست! میں بھول گیا تھا۔ اصل میں امریکہ میں زندگی بڑی مصروف ہوتی ہے۔ آدمی بہت کچھ بھول جاتا ہے۔ اب تم امریکہ آ گئے ہو تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا۔"

ناگ نے جواب دیا:

"فکر نہ کرو دوست! امریکہ کی افراتفری کی زندگی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی اور کچھ نہیں تو میں سانپ بن کر کسی دریا کے کنارے پڑ کر سو جاؤں گا۔"

پھر کچھ سوچ کر بولا:

"مگر میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھے ماریا کی فکر لگی ہے خدا جانے اس پر کیا بیت رہی ہو گی۔"

ناگ نے پلکیں جھپکے بغیر میری طرف دیکھا اور کہا:

"کیا تم مجھے ماریا کے پاس نہیں پہنچا سکتے؟"

میں نے کہا:

"کاش میں ایسا کر سکتا۔ مگر میں مجبور ہوں۔ میں تمہاری واپسی کی کہانی بیان کر سکتا ہوں۔ مگر تمہیں سترہ اٹھارہ سو برس اچانک پیچھے کے زمانے میں پہنچانا میرے بس میں نہیں ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ اداس ہو گیا۔ وہ ماریا کے لیے اداس تھا۔ جس کے ساتھ وہ ایک بھائی کی طرح ہزاروں سال سے سفر کر رہا تھا۔ اسے عنبر کی بھی یاد آ رہی تھی۔ مگر وہ جانتا تھا کہ عنبر طاقت ور ہے اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن بے چاری ماریا کی غائب ہونے والی طاقت اس سے چھین لی گئی تھی اور اب وہ ایک عام کمزور عورت کی طرح دکھوں اور مصیبتوں کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ یہی بات ناگ کو کھائے جا رہی تھی۔ بھلا جس کی بہن تکلیف میں ہو اس کے بھائی کو کیسے چین آ سکتا ہے۔ لیکن میری بھی مجبوری تھی۔ میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

چڑیا گھر میں بچے عورتیں اور مرد سیر کرتے پھر رہے تھے۔ ناگ اپنے خیالوں میں گم تھا۔ اچانک اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور بولا:

"میرے دماغ میں ایک خیال آیا ہے۔ کیا یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں ستاروں کی گردش کا پتہ چلایا جاتا ہو؟"

میں نے کہا:

"ایک جگہ ہے مگر وہاں جا کر تم کیا کرو گے؟"

ناگ بولا: "ہو سکتا ہے وہاں ستاروں کی گردش معلوم کرنے کے لیے کوئی ایسی مشین لگی ہو جو مجھے کسی نہ کسی طرح انہیں سو برس پیچھے کے زمانے میں لے جائے۔"

میں بھی کچھ چونکا۔ ناگ کو بڑی خوب ترکیب سوجھی تھی۔ کم از کم اس طرح سے ایک امید پیدا ہو گئی کہ ناگ تاریخ میں پیچھے جا سکتا ہے۔ میں نے کہا:

"یہاں واشنگٹن ڈی سی میں کیپٹل ہل کے قریب ایک خلائی عجائب گھر ہے۔ بہت بڑا عجائب گھر ہے۔ اس میں وہ خلائی گاڑی بھی رکھی ہے جو امریکی خلابازوں کو لے کر چاند پر اتری تھی۔ وہاں ستاروں کی گردش بتانے والی مشینیں اور کمپیوٹر بھی رکھے ہیں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہاں لے جا سکتا ہوں۔"

ناگ اٹھ کھڑا ہوا:

"میں ابھی وہاں جانا چاہتا ہوں۔"

میں نے ناگ کو ساتھ لیا۔ ایک ٹیکسی کو روکا اور اس میں بیٹھ کر ہم کیپٹل ہلز کے قریب خلائی عجائب گھر میں آ گئے۔ یہ دو منزلہ بڑا کھلا اور خوبصورت عجائب گھر ہے۔ سیڑھیاں اپنے آپ اوپر اٹھتی چلی جاتی ہیں۔ چاند پر امریکی خلا بازوں کے اترنے کی فلم ہر وقت چلتی رہتی ہے۔ ناگ نے سب سے پہلے ستاروں کی گردش بتانے والی مشین اور کمپیوٹر دیکھے۔ کمپیوٹر کی سکرین پر ستاروں کی جھلملاہٹ تھی اور کبھی کبھی کوئی شہاب ثاقب ٹوٹ کر فضا میں بکھر جاتا تھا۔ ایک مشین بہت بڑی تھی۔ اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندر کئی کل پرزے لگے تھے اور ایک امریکی سپاہی وہاں پہرہ دے رہا تھا۔ اس مشین کا نام "زیوس" تھا۔ اس کے باہر لکھا تھا کہ اس مشین کے ذریعے آج سے ہزاروں برس بعد کے ستاروں کی شکل و صورت اور چال کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔

ناگ نے میری طرف دیکھ کر کہا:

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مشین کے ذریعے ہزاروں برس پیچھے کا حال بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے ایسا نہیں ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو اس پر ضرور لکھا ہوتا۔"

اس کے بعد ہم اس خلائی گاڑی "لونا" کے پاس آ گئے جو پہلی بار چاند پر اتری تھی۔ اسے ایک چبوترے پر رکھا ہوا تھا اور امریکی مرد عورتیں اس کی تصویریں کھینچ رہے تھے۔ ناگ دیر تک اس گاڑی کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ ایک دو امریکی عورتوں نے ناگ کو گھور کر دیکھا۔ شاید وہ اس بات پر حیران ہو رہی تھیں کہ ناگ آنکھیں کیوں نہیں جھپکا رہا۔ میں نے ناگ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے عجائب گھر سے باہر لے آیا۔ باہر آ کر ناگ نے کہا:

"ایسا لگ رہا ہے کہ یہ "زیوس" مشین مجھے اُنیس سو

برس تاریخ میں پیچھے ماریا عنبر کے پاس لے جانے میں مدد دے گی۔ اس لیے اب میں واشنگٹن میں کچھ دیر رہنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا:

"بڑے شوق سے رہو۔ مگر کہاں رہنے کا ارادہ ہے؟ کیا چڑیا گھر میں؟"

ناگ مسکرایا:

"تمہارے قریب قریب کون سا خوبصورت ہوٹل ہے؟"

میں نے کہا:

"ہلٹن ہوٹل ہے۔ قریب بھی ہے اور شاندار بھی ہے مگر بڑا مہنگا ہے۔"

ناگ نے ہنس کر کہا:

"ان لوگوں سے ڈالر لے کر ان لوگوں کو ہی دے دوں گا۔"

ہم ٹیکسی لے کر واپس روانہ ہوئے تو ناگ نے کہا:

"تم مجھے کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں کبھی امریکہ کے کسی بادشاہ کا محل رہا ہو۔"

میں نے کہا:

"امریکہ میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ یہاں تو شروع ہی سے جمہوریت رہی ہے۔ ہاں شروع میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غلامی کا دور تھا۔ یہاں افریقہ کے حبشیوں کو غلام بنا
کر ان سے کام لیا جاتا تھا۔"

ناگ نے کچھ سوچ کر کہا:

"کیا یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کبھی کوئی
جنگ لڑی گئی ہو۔ کیونکہ جرنیل جب جنگ لڑنے کے
لیے نکلتے تھے تو اپنے ساتھ پیچھے خزانہ ضرور رکھتے تھے۔"

میں نے کہا:

"ہاں یہاں قریب ہی آزادی کا مینار ہے۔ وہاں امریکہ
کی آخری جنگ لڑی گئی تھی۔"

ناگ جھٹ بولا:

"تم مجھے وہاں لے چلو۔"

ٹیکسی آزادی کی یاد میں بنائے ہوئے مینار کے پاس آ کر
رک گئی۔ یہ ایک بہت اونچا ایک بہت بڑی پنسل کی طرح
کا یا قلفی کی طرح کا بنا ہوا مینار ہے جس کے اندر ہی اندر اوپر
تک لفٹ جاتی ہے۔ اس کے ارد گرد وہ میدان ہے جہاں
کبھی امریکہ کی آخری جنگ آزادی لڑی گئی تھی۔ ناگ اس میدان
میں آ کر ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ پھر مجھے ایک جگہ بنچ پر بٹھا
کر بولا:

"میں اگر چاہوں تو امریکہ کے کسی بھی بینک سے ہزاروں

لاکھوں ڈالر اڑا کر لا سکتا ہوں۔ مگر میں نے ایسا کبھی
نہیں کیا۔ کیونکہ میں چوری نہیں کیا کرتا۔ چوری گناہ
ہے اور انسان کے کردار کو خراب کر کے اسے ذلیل
کر دیتی ہے۔ ہاں میں پرانے بادشاہوں کے اس خزانے
میں سے اپنے خرچ کی رقم ضرور لے لیتا ہوں جس پر
اب کسی کا بھی حق نہیں ہے۔"

میں نے کہا:

"میں جانتا ہوں کہ تم نے کبھی کسی دوسرے کا حق نہیں
مارا اور کبھی چوری نہیں کی۔"

ناگ بولا: "مجھے ایسے لگتا ہے کہ اس میدان کے
مغربی کونے میں خزانہ دفن ہے۔ میں ابھی پتہ کرتا ہوں۔"

ناگ میرے پاس ہی بنچ پر بیٹھ گیا۔ میدان میں بہت کم
لوگ تھے۔ زیادہ تر لوگ آزادی کے مینار کی سیر کر رہے تھے۔
ناگ نے آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ میں سمجھ گیا
کہ وہ اس زمین کے اندر دبے ہوئے خزانے کے سانپ کو بلا
رہا ہے۔ میں نے ناگ عنبر ماریا کی کہانی ضرور لکھی ہے اور لکھ
رہا ہوں مگر کسی سانپ کو خزانے کے اوپر سے اٹھ کر باہر آتے
کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ناگ نے کوئی تین منٹ تک منتر پڑھا ہوگا کہ میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سفید رنگ کے ایک چھوٹے سے سانپ کو اپنے پاؤں کے بالکل قریب کنڈلی مارے بیٹھے دیکھا۔ میں تو ڈر گیا۔ پاؤں اوپر کرنے لگا تو ناگ نے کہا:

"فکر نہ کرو۔ یہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔"

پھر ناگ نے سانپوں کی زبان میں اس سے باتیں شروع کر دیں۔ وہ منہ سے سی سی کی آوازیں نکال رہا تھا۔ سانپ بھی ایسی ہی آوازیں نکال رہا تھا۔ پھر سفید سانپ وہیں گھاس میں گم ہو گیا۔ ناگ نے مسکرا کر کہا:

"میرا اندازہ درست نکلا۔ یہاں خزانہ موجود ہے۔ یہ سفید سانپ اس خزانے کا پہرے دار ہے۔"

میں نے کہا: "کیا وہ خزانہ لینے گیا ہے؟"

"تم دیکھتے رہو۔"

تین منٹ بعد سفید سانپ گھاس میں پھر نمودار ہوا۔ اس کے منہ میں ایک سفید چمکتا ہوا ہیرا تھا۔ ہیرا لا کر اس نے ناگ کے قدموں میں ڈال دیا۔ سر جھکا کر سلام کیا اور واپس چلا گیا۔ ناگ نے ہیرا اٹھا کر مجھے دکھایا:

"چلو اسے کسی جوہری کے پاس فروخت کرتے ہیں۔"

میں نے ہیرے کو غور سے دیکھا۔ آلوچے جتنا بڑا ہیرا تھا اور بڑی خوب صورتی سے تراشا گیا تھا۔ امریکہ میں آپ جس جوہری

پاس چاہیں ہیرے جواہرات بیچ سکتے ہیں۔ ڈاؤن ٹاؤن میں لوینیا ایونیو میں ہیروں کے ایک امریکی تاجر کی دکان تھی۔ میں ناگ لے کر وہاں آ گیا۔ تاجر نے ہیرے کو اور ہمیں غور سے دیکھا اور رکھاتے ہوئے بولا:

"یہ ہیرا آپ کو کہاں سے ملا ہے؟"

ناگ نے کہا:

"میں ملک پاکستان سے آیا ہوں۔ میرا باپ لاہور میں مزنگ کا راجہ تھا۔ اسے راجہ آف مزنگ کہا جاتا تھا یہ میرا دوست ہے۔ اس کا باپ بھی لاہور کا راجہ تھا اور اسے راجہ آف لنڈا بازار کہا جاتا تھا۔ اب ہماری لنڈا بازار اور مزنگ کی ریاست باقی نہیں رہی۔ مگر ہم یہ اپنا خاندانی ہیرا لے کر امریکہ آ گئے ہیں اور اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں۔"

امریکی تاجر رعب میں آ گیا:

"اچھا۔ تو آپ دونوں راجہ ہیں۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

پھر اس نے ہیرے کو دیر تک جانچنے اور پرکھنے کے بعد کہا

"میں آپ کو اس ہیرے کے عوض ایک لاکھ ڈالر دے سکتا ہوں راجہ صاحب!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے گردن اکڑا لی تھی۔ وہ اپنے آپ کو راجہ کہلوانے پر بڑا خوش تھا۔ بولا:

"ٹھیک ہے۔ ہمیں سودا منظور ہے۔"

اسی روز میں نے ناگ کا ایک بینک میں اکاؤنٹ کھلوا دیا جس میں اس کے نام ایک لاکھ ڈالر کا چیک جمع کرا دیا گیا۔ ناگ ایک دم سے امیر بن گیا تھا۔ مگر اس نے کبھی دولت عیاشیوں پر خرچ نہیں کی تھی۔ ہلٹن ہوٹل میں وہ ایک کمرے میں آکر ٹک گیا۔ کچھ ڈالروں کے اس نے کپڑے اور ضرورت کی دوسری چیزیں خرید لیں۔ میں اسے ہوٹل میں چھوڑ کر واپس آ گیا۔

ان دنوں امریکہ میں اور خاص طور پر واشنگٹن میں سپرمین کا بڑا چرچا تھا۔ ایک تو ٹیلی ویژن پر اس کی فلمیں دکھائی جا رہی تھیں اور دوسرے واشنگٹن شہر میں یہ بات بڑی مشہور تھی کہ سپرمین رات کو شہر کے بازاروں اور عمارتوں کا چکر لگاتا ہے اور اگر کوئی چور چوری کر رہا ہو۔ کوئی کسی کو لوٹ رہا ہو۔ قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہو یا کسی عورت یا بچے کو اغوا کرنے کی کوشش کر رہا ہو تو سپرمین اسے فوراً دبوچ کر پولیس کے حوالے کر کے خود فضا میں پرواز کر جاتا ہے۔ لوگ کہتے تھے کہ سپرمین کی وردی سرخ رنگ کی ہے اور اس کے سینے پر "S" کا نشان بنا ہوا ہے۔ میں نے تو اس قسم کی افواہوں پر کبھی یقین نہیں کیا تھا۔ لیکن ایک دن میں ناگ سے ملنے شام کے

...ن اس کے ہوٹل گیا تو اس نے مجھے یہ بتا کر حیران کر دیا کہ وہ ...رمن سے ملا ہے۔ میں نے پوچھا:

"کیا سچ سچ تم سپرمین سے ملے ہو؟"

ناگ سوٹ پہنے صوفے پر بیٹھا اورنج جوس پی رہا تھا۔ کہنے لگا:

"رات کو وہ اُڑتا ہوا میرے کمرے کی بالکونی میں آ گیا اور مجھ ...ے دیر تک باتیں کرتا رہا۔"

"کیا اسے معلوم ہو گیا ہے کہ تم انسان کی شکل میں سانپ ہو؟"

"نہیں۔"

"پھر وہ تمہارے پاس خاص طور پر کیوں آیا؟"

"میری کھڑکی کا ایک پٹ کھلا تھا۔ وہ مجھے یہ کہنے آیا کہ مجھے رات کے وقت کھڑکی کا پٹ بند رکھنا چاہیے تا کہ چور اندر نہ گھس آئے پھر میں نے اسے اندر بلا لیا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔ وہ بڑا جوان اونچا لمبا اور ورزشی جسم والا خوبصورت نوجوان ہے۔ سرخ لباس اس کے جسم کے ساتھ لگا ہوا تھا اور سینے پر انگریزی میں "S" کا نشان بنا تھا۔ یعنی سپرمین کا نشان۔ جب وہ اڑا تو ایک سرخ عبا یا چادر اس کے کندھوں سے اٹکی پیچھے لہرا رہی تھی۔"

میں نے شوق سے پوچھا: "کیا وہ پھر بھی آئے گا؟"

"کیوں نہیں۔" ناگ کہنے لگا: "وہ آج ہی رات کو آ رہا ہے۔

میں نے اسے کھانے پر بلایا ہے۔ اگرچہ وہ کچھ کھاتا پیتا نہیں ہے مگر اس نے میری دعوت قبول کر لی ہے۔ تم یہیں بیٹھے رہو۔ وہ رات کے ٹھیک نو بجے میرے کمرے کی گیلری میں آکر اُترے گا۔"

پھر کچھ سوچ کر ناگ بولا:

"لیکن تمہیں دیکھ کر وہ یہاں نہیں آئے گا کیوں کہ اس نے یہاں آنے کی ایک ہی شرط رکھی تھی کہ سوائے میرے اور کوئی یہاں پر موجود نہ ہو۔"

میں نے کہا:

"مگر وہ تمہارے سامنے کیسے آ گیا؟"

ناگ نے کہا:

"یہی سوال میں نے بھی اس سے کیا تھا کہ اگر تم میرے سامنے یہاں کمرے میں آ گئے ہو تو کیا دوسروں کے پاس بھی اسی طرح جاتے ہو۔ تو اس نے کہا تھا کہ میں صرف پل بھر کے لیے کسی کے پاس رُکتا ہوں۔ اس کے بعد وہاں سے اڑ جاتا ہوں۔ پھر میں نے پیر بین سے کہا کہ وہ میری دعوت کس لیے قبول کر رہا ہے تو اس نے جواب دیا تھا کہ میں تمہارے اندر عام انسانوں سے کوئی الگ بات دیکھ رہا ہوں۔"

میں نے کہا:

"اس کا مطلب ہے کہ اسے تم پر شک ہو گیا ہے کہ تم انسان نہیں بلکہ سانپ ہو؟"

ناگ نے جواب دیا:

"میں کہہ نہیں سکتا۔ ہو سکتا ہے اسے شک ہو گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے شک نہ ہوا ہو۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس نے میری آنکھوں میں کوئی خاص چیز دیکھ لی ہے۔ کیونکہ وہ بھی اس دنیا سے تعلق نہیں رکھتا۔"

میں نے پوچھا:

"تو پھر کس دنیا سے تعلق رکھتا ہے؟"

ناگ بولا: "یہی میں آج اس سے پوچھنے والا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ دیوار کے بھاری پردے کے پیچھے چھپ کر بیٹھ جاؤ اور جب وہ آئے تو اس کی باتیں خود سنو۔ مگر خبردار کھانسنا وغیرہ مت۔"

میں نے کہا:

"فکر نہ کرو۔ میں پردے کے پیچھے چھپنے سے پہلے کافی کھانس لوں گا۔"

اسی طرح باتیں کرتے کرتے رات ہو گئی۔ ناگ نے کھانا منگوا کر میز پر سجا دیا اور نوکروں سے کہہ دیا کہ اب کوئی اس کے کمرے میں نہ آئے۔ رات کے نو بجنے میں جب چار منٹ باقی رہ گئے تو میں پردے کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ ہم نے پردے میں ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوراخ کر رکھا تھا جس میں سے کمرے کا سارا نقشہ نظر آتا تھا۔ ٹھیک نو بجے گیلری کے باہر رات کے سیاہ آسمان پر کپڑے کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی۔ دور اونچی عمارتوں میں روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ ناگ اٹھ کر گیلری کے پاس آگیا۔ میں نے ایک سرخ چست لباس والے خوبصورت نوجوان کو کسی پرندے کی طرح گیلری میں اترتے ہوئے دیکھا۔ کمرے میں ٹیوب کی سفید روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ نے گیلری کی لمبی کھڑکی کا پٹ کھول دیا۔ سپرمین کمرے میں آگیا۔ اس نے ناگ سے ہاتھ ملایا اور کہا:

"میں کبھی لیٹ نہیں ہوتا۔ میں سپرمین ہوں۔"

ناگ نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"سپرمین! تشریف لاؤ۔ کھانا تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

سپرمین کرسی پر آکر بیٹھ گیا اور بولا:

"میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ میں کھانا نہیں کھایا کرتا مجھے کبھی بھوک پیاس نہیں لگتی۔"

ناگ نے کہا:

"تھوڑا بہت میری خاطر ہی کھا لو۔ یہ سیب کا جوس ہی پی لو۔"

سپرمین نے مسکرا کر جوس کا گلاس اٹھا لیا۔ میں یہ سارا منظر پردے کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ سپرمین ناگ کی طرف بڑے غور سے تک رہا تھا۔ صاف لگتا تھا کہ اسے

ل پر شک پڑ چکا ہے۔ ناگ کو بھی اس کا احساس تھا۔ چنانچہ ان پہلے ے کہ سپرمین ناگ سے کچھ پوچھتا۔ ناگ نے سوال کر ڈالا۔ اس ے پوچھا:

"سپرمین! کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم ہوا میں کیسے اُڑ لیتے ہو؟"

سپرمین نے بے باکی سے مسکرا کر کہا:

"جیسے تم انسان سے سانپ بن جاتے ہو۔"

ناگ چونک پڑا۔ میں بھی حیران رہ گیا کہ سپرمین کو کیسے پتہ چل گیا کہ ناگ انسان نہیں سانپ ہے۔ سپرمین نے ناگ کا اصل راز اس کے دل سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ اب بھلا وہ کیسے کوئی بات چھپا سکتا تھا۔ پس ناگ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا:

"اب جب کہ تم نے میری اصل حقیقت کو پہچان لیا ہے تو یہ بتاؤ کہ تم اصل میں کون ہو؟ کیوں کہ اس دنیا کا کوئی آدمی سوائے خاندانی بوڑھے سپیرے کے میری اصل حقیقت کو نہیں پہچان سکتا اور تم مجھے امریکہ کے سپیرے نہیں لگ رہے۔"

سپرمین اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ پھر وہ اس پردے کے قریب آگیا جہاں میں چھپا ہوا تھا۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ کہیں اسے پتہ نہ چل گیا ہو کہ میں پردے کے پیچھے بیٹھا ہوں۔ ٹہلتا ٹہلتا سپرمین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ کے پاس جاکر باتیں کرنے لگا۔ وہ اسے کہہ رہا تھا۔
"میرا تعلق ایک ایسے سیارے سے ہے جہاں نہ دن ہوتا ہے نہ رات۔ ہر وقت سرخ روشنی پھیلی رہتی ہے اسی لیے میرا لباس سرخ ہے۔ ہمارا سیارہ تباہ ہو گیا۔ صرف میں باقی بچا تھا۔ وہ بھی اس لیے کہ میں کسی دوسرے سیارے پر گیا ہوا تھا۔ پس میں اس دنیا میں آ گیا۔ اب میں امریکہ کے آسمان پر ہواؤں میں اڑتا پھرتا ہوں۔ میرا ٹھکانہ شہر سے دور ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر ہے۔ ہمارے سیارے پر کبھی کسی نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ چوری نہیں کی تھی۔ کسی کو تنگ نہیں کیا تھا۔ کبھی کوئی لڑائی جھگڑا نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں امریکہ میں جہاں کوئی برائی دیکھتا ہوں اسے ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ہمارا ایسی دنیا میں دم گھٹتا ہے جہاں کوئی چوری کرے۔ جھوٹ بولے بڑوں کا ادب نہ کرے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔"

ناگ نے پوچھا:
"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ مگر تم نے مجھے پہچانا کیسے؟"
سپرمین بولا:
"چونکہ ہمارے سیارے پر نیک لوگ بستے تھے۔ اس لیے ان میں ایسی طاقت آ گئی تھی۔ کہ وہ دوسرے کے

دل میں جھانک کر معلوم کر لیں کہ بس یہ شخص کون ہے اور کیا سوچ رہا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے تمہیں پہچان لیا کہ تم اصل میں سانپ ہو اور شکل بدل کر انسان بن گئے ہو۔"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد سپرمین نے ناگ سے کہا:
"چونکہ تم شکل بدل سکتے ہو اس لیے میں تمہیں ایک خطرناک راز بتا رہا ہوں۔ اس سلسلے میں تم میری اور ساری دنیا کے انسانوں کی مدد کر سکتے ہو۔ غور سے سنو۔ تمہیں شاید معلوم ہی ہو کہ اس وقت دنیا ایٹمی جنگ کے کنارے پر کھڑی ہے۔ امریکہ اور روس دونوں کے پاس ایسے ایسے ایٹم بم ہیں۔ جو ساری دنیا کو تباہ کر سکتے ہیں۔ امریکہ نے ایسے میزائل تیار کیے ہیں جن کے آگے ایٹم بم لگا ہوتا ہے اور جو ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا کر پھٹتے ہیں۔ اے۔ ایم ایکس میزائل کہا جاتا ہے۔ روس ان میزائلوں کا راز چرانا چاہتا ہے اور ان میزائلوں کو امریکہ میں ہی تباہ کر دینا چاہتا ہے تاکہ دوبارہ یہ میزائل تیار نہ ہو سکیں اور وہ امریکہ سے اپنی من مانی شرطیں منوا سکے اور پھر جس ملک پر چاہے ایٹم بم چلا کر اسے تباہ کر دے۔ کیونکہ پھر اسے کوئی پوچھنے اور دھمکانے والا نہیں ہوگا۔ روس نے اس کام کے لیے اپنا ایک خاص اور بڑا خطرناک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایٹمی جاسوس یہاں واشنگٹن میں بھیج دیا ہے جو واشنگٹن کے ایٹمی مرکز سے ایم ایکس میزائلوں کا راز چرانا چاہتا ہے اور ایم ایکس میزائلوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے اگر یہ میزائل پھٹ گئے تو سارا واشنگٹن ختم ہو جائے گا اور اتنے بڑے شہر میں کوئی بوڑھا جوان عورت اور بچہ سلامت نہیں رہے گا۔"

ناگ نے کہا:

"میں اس روسی جاسوس کو کہاں تلاش کر سکتا ہوں؟"

سپرمین بولا:

"یہی تو ہمیں معلوم کرنا ہے۔ یہ تم پتہ چلا سکتے ہو کیونکہ تم پرندہ بن کر بھی اس کا کھوج لگا سکتے ہو۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ اس روسی جاسوس کی ایک آنکھ پتھر کی ہے مگر بالکل اصلی لگتی ہے۔ اس کے ساتھ بڑا خطرناک جاسوسوں کا گروہ ہے جو سارے واشنگٹن میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ پتھر کی آنکھ والا جاسوس بڑا چالاک اور پتھر دل انسان ہے وہ ایک سیکنڈ میں دشمن کو ذرا سی زہریلی نوک چبھو کر ہلاک کر دیتا ہے۔"

ناگ نے پوچھا:

"وہ کہاں مل سکتا ہے؟"

سپرمین نے کہا:

"یہ معلوم ہوتا تو میں اب تک اسے ختم کر چکا ہوتا۔

مصیبت یہی ہے کہ اس کا کھوج لگانا پڑے گا اور میں شہر کے بازاروں اور ہوٹلوں میں دوسرے انسانوں کی طرح آزادی سے نہیں پھر سکتا۔ لوگ میرے پیچھے لگ جائیں گے۔ ایک جمگھٹا لگ جائے گا اور روسی جاسوس میرے قابو میں نہیں آ سکے گا۔ لیکن تم حلیہ بدل کر سب کام کر سکتے ہو۔ مگر یہ کام تمہیں جلدی کرنا ہو گا۔ کیونکہ روسی جاسوس اور اس کی ٹولی ایٹمی ایم ایکس میزائلوں کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ اگر وہ اس کا راز چرا کر لے جانے میں کامیاب ہو گئے تو وہ ایسے میزائل تیار کر کے امریکہ پر حملہ کر دیں گے اور یہاں کے میزائل وہ پہلے ہی تباہ کر چکے ہوں گے۔"

ناگ نے پوچھا:

"کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اگر انہوں نے یہ میزائل تباہ کیے تو وہ بھی ساتھ ہی ہلاک ہو جائیں گے؟"

سپرمین کہنے لگا:

"وہ اتنے معصوم نہیں ہیں۔ انہوں نے پہلے سے سارا انتظام کر رکھا ہے۔ وہ ایٹمی میزائلوں کی لہروں کی رفتار معلوم کر کے ساحل سمندر پر چلے جائیں گے وہاں ایک روسی خفیہ آبدوز ان کا انتظار کر رہی ہو گی۔ وہ اس آبدوز کشتی میں بیٹھ کر سمندر کے اندر چلے جائیں گے اور

پھر وہاں سے ریڈیو کنٹرول کے ذریعے ایم ایکس میزائلوں کو چلا دیں گے جس کے بعد سارا واشنگٹن آگ کا گولا بن کر بھسم ہو جائے گا۔"

ناگ نے کہا: "مگر تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ میں اس شخص کو کہاں تلاش کروں؟"

سپرمین بولا:

"اس کے لیے تمہیں روسی سفارت خانے کو نگاہ میں رکھنا ہو گا۔ کیوں کہ وہ جاسوس روسی سفارت خانے میں ضرور آتا جاتا ہو گا۔ اس کے بعد جس جگہ ایٹمی ایم ایکس میزائل لگے ہیں تمہیں وہاں بھی چکر لگاتے رہنا ہو گا۔ کیا تم پوری دنیا کے انسانوں کی زندگیوں کی خاطر یہ کام کرنے پر تیار ہو ناگ؟"

ناگ نے کہا: "میں تیار ہوں!"

سپرمین مسکرایا: "مجھے تم سے یہی امید تھی۔ میں تم سے جہاں بھی ہو گے کبھی کبھی خود آکر ملتا رہوں گا اور اس خطرناک مگر بڑی اہم مہم میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ اب میں جاتا ہوں خدا حافظ!"

اتنا کہہ کر سپرمین کمرے سے نکل کر گیلری میں آیا۔ بازو ہوا میں پھیلائے اور سرخ باز کی طرح اوپر ہوا میں اٹھا اور آسمان پر اڑتا ہوا ستاروں میں کہیں غائب ہو گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پتھریلی آنکھ والا جاسوس

سپرمین کے پرواز کرتے ہی میں پردے سے باہر آگیا۔ ناگ بڑا جذباتی ہو رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا:

"دوست! یہ سپرمین تو کمال کا آدمی نکلا۔ ایک پل میں مجھے پہچان گیا اور اب ساری دنیا کو ایٹم بموں کی تباہی سے بچانے کی فکر میں ہے۔"

میں نے کہا: "سپرمین ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس وقت دنیا تباہی کے دہانے پر ہے۔ کسی ملک نے بھی ایک ایٹمی میزائل دوسرے ملک پر داغ دیا تو ایک ایسی بھیانک جنگ شروع ہو جائے گی کہ آدھ گھنٹے کے اندر اندر دنیا کا کوئی انسان زندہ نہیں بچے گا۔"

ناگ بولا: "اسی وجہ سے تو جنگ نہیں ہو رہی کہ ہر ایک ملک کو پتہ ہے کہ اگر میں نے ایٹمی میزائل چلایا تو میری بھی خیر نہیں ہے۔"

میں نے جواب دیا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اسی لیے تو پیرین کو فکر ہے کہ امریکہ کے ایم ایکس میزائل نہ تو تباہ کیے جانے چاہئیں اور نہ ہی ان کے راز چرا لیے جانے چاہئیں۔ کیونکہ اگر امریکہ کے پاس میزائل نہ رہے اور دوبارہ میزائل تیار کرنے کا نقشہ بھی نہ رہا تو دوسرا دشمن ملک اس ملک پر بے دھڑک ایٹمی میزائل چلا کر پندرہ منٹ میں امریکہ کی ساری آبادی کو موت کی نیند سلا کر ساری دنیا کا فرعون بن بیٹھے گا۔"

ناگ نے میز پر ہاتھ مار کر کہا:

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں پتھر کی آنکھ والے روسی جاسوس کو جہاں بھی ملا ڈس کر ہلاک کر دوں گا۔"

میں نے ناگ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"پیارے دوست! ضرورت اس وقت غصے میں آنے کی نہیں بلکہ ٹھنڈے دل سے کام لینے کی ہے۔ ایک روسی جاسوس کے مر جانے سے تباہی نہیں رک سکے گی۔ تمہیں جاسوسوں کے پورے گروہ کا سراغ لگا کر حکومت یا پیرین کے حوالے کرنا ہے اور دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایم ایکس میزائلوں کے راز کو چوری ہونے سے بچانا ہے۔ کیونکہ ایک بار یہ راز چوری ہو گئے اور امریکہ میں تہہ خانوں کے اندر لگائے ہوئے

میزائل پھٹ گئے تو پھر اس ملک کے ساتھ ساتھ دنیا کو کوئی بھی ملک تباہی سے نہ بچ سکے گا۔"

ناگ کچھ دیر ٹہل کر غور کرتا رہا۔ پھر گہرا سانس بھر کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے میری طرف پلکیں جھپکے بغیر دیکھتے ہوئے کہا:

"میرے دوست! ساری دنیا کے انسانوں، معصوم بچوں اور عورتوں کی خاطر میں ابھی پچھلے زمانے میں جا کر ماریا کی مدد کرنے کا پروگرام ملتوی کرتا ہوں۔ اب مجھے سب سے پہلے اس دنیا کے اربوں انسانوں کو ایٹمی جنگ کی تباہی سے بچانا ہے۔ میں بھی نہیں چاہتا کہ امریکہ کے ساتھ روس کے ملک کے پیارے اور معصوم بچے اور بے گناہ عورتیں ہلاک ہوں۔ میں انسان کی شکل میں ہوں اور یہ میرا انسانی فرض ہے۔"

میں ناگ کو اس کے ہوٹل میں غور و فکر کرتا چھوڑ کر واپس اپنے اپارٹمنٹ میں آگیا۔ دوسرے روز میں نے اسے فون کیا تو ہوٹل کے کاؤنٹر پر بیٹھی امریکی لڑکی نے مجھے بتایا کہ مسٹر ناگا ہوٹل چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کہاں چلے گئے ہیں؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ وہ کسی کو کچھ بتا کر نہیں گئے۔ میں نے کہا:

"مس ایک بات یاد رکھنا اگر وہ آئے تو انہیں مسٹر ناگا مت کہنا۔ ان کا نام ناگ ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امریکی کاؤنٹر گرل ہنس پڑی۔ میں نے فون بند کر دیا۔ آخر ناگ نے وہی کیا جس کا مجھے ڈر تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ میرے ساتھ نہیں رہے گا۔ بلکہ میری کہانی کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ میں جوان کی واپسی کی داستان لکھ رہا ہوں تو وہ داستان کے ساتھ ساتھ چلتا چلا جائے گا۔ مجھے ناگ کے بچھڑنے کا افسوس تو ضرور ہوا مگر میں سوائے افسوس کے اور کر بھی تو کچھ نہیں سکتا تھا۔ اگرچہ ناگ امریکہ ایسے ماڈرن ملک میں بالکل اکیلا تھا مگر مجھے اس بات سے تسلی تھی کہ وہ اپنی حفاظت کرنا جانتا ہے اور اس کے پاس اپنے بچاؤ کے بڑے طریقے ہیں۔

پیارے بچو! یہاں سے میرا اور ناگ کا ساتھ ابھی تک تو ختم ہوتا ہے۔ ہاں اگر وہ مجھے دوبارہ یہاں مل گیا تو میں پھر اسے ساتھ لے لوں گا۔ کیونکہ جہاں تک میرا خیال ہے وہ بھی واشنگٹن میں ہی ہے اور میں بھی واشنگٹن میں ہوں۔ اب میں آپ کو ایک کہانی بیان کرنے والا بن کر ناگ عنبر ماریا کی واپسی کی داستان شروع کرتا ہوں۔ لو پیارے دوستو! سنو آگے کیا ہوتا ہے:

○

ناگ ہوٹل سے نکل کر روسی سفارت خانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے ہوٹل ہی سے معلوم کر لیا تھا کہ سفارت خانے کی عمارت

ں ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں پر سیاہ چشمہ چڑھا لیا تھا تاکہ ں کی آنکھوں کو دیکھ کر کسی کو یہ خیال ہی نہ آئے کہ وہ پلکیں کیوں ں جھپکا رہا۔ اس نے ایک نسواری رنگ کا سوٹ بھی خرید پہن لیا تھا اور سر پر ہیٹ جما لیا تھا۔ وہ پورا ماڈرن امریکی گیا تھا۔ انگریزی زبان سیکھنے کی اسے کوئی ضرورت نہیں تھی ونکہ یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ عنبر ناگ ماریا میں اتنی طاقت ے کہ وہ دنیا کی ہر زبان بول اور سمجھ سکتے ہیں۔ ماریا بے چاری تو سانی شکل میں ظاہر ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اسے رومن زبان جھنے میں مشکل ہو رہی تھی۔ کیونکہ غائب حالت سے انسانی جسم میں نے سے اس کے اندر عورت کی تمام کمزوریاں پیدا ہو گئی تھیں۔

پیارے بچو! یورپ کے ملکوں کی طرح واشنگٹن میں بھی زمین کے نیچے ٹرین چلتی ہے جسے ٹیوب کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ زمین کے اندر ہی اندر کھودی ہوئی بہت چوڑی سرنگ میں سے گزرتی ہے اور اس کی رفتار ستر اسی میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ واشنگٹن کی زمین دوز ریل گاڑی کو میٹرو ٹیوب بھی کہتے ہیں۔ یہ بجلی کی مدد سے چلتی ہے۔ گرمیوں میں اس کے صاف ستھرے ڈبے ٹھنڈے ہوتے ہیں اور سردیوں میں گرم ہوتے ہیں۔ اس ٹرین کا ٹکٹ ایک مشین کے اندر پیسے ڈالنے سے خود بخود باہر نکل آتا ہے۔ پھر وہ ٹکٹ ایک گیٹ کے سوراخ میں ڈالنے سے گیٹ کے آگے آیا ہوا لکڑی کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوبصورت تختہ اپنے آپ پرے ہٹ جاتا ہے۔ پلیٹ فارم تک جانے کے لیے ایسی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جو اپنے آپ بجلی کی مدد سے نیچے اترتی چلی جاتی ہیں۔ بس آپ سیڑھی پر کھڑے ہو جائیں اور سیڑھی آپ کو لے کر نیچے زمین کے اندر چلی جائے گی۔ نیچے جا کر روشنیاں ہی روشنیاں ہوتی ہیں۔ ایک بات یہاں بڑی اچھی ہے کہ بسوں اور زمین کے اندر چلنے والی ریل گاڑیوں میں سگریٹ پینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ امریکہ میں بہت کم لوگ سگریٹ پیتے ہیں۔ لوگ اس بری عادت کو چھوڑ رہے ہیں، کیونکہ یہاں کے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ سگریٹ پینے سے عمر کم ہو جاتی ہے اور پھیپھڑے سیاہ پڑ جاتے ہیں۔ آپ بھی ہرگز ہرگز کبھی سگریٹ نہ پئیں۔ اگر آپ کا کوئی ساتھی آپ کو مجبور بھی کرے کہ یار تھوڑا سا سگریٹ پی لو۔ منہ سے دھواں ہی نکال کر پھینک دو تو پیارے بچو دوستو اس کی باتوں میں نہ آنا اور سگریٹ کو ہاتھ بھی نہ لگانا۔ کیوں کہ اس طرح سے پھر عادت پڑ جاتی ہے اور پھر انسان سگریٹ کے دھوئیں سے پیدا ہونے والی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ تم دیکھ لو کہ عنبر ناگ اور ماریا بھی سگریٹ نہیں پیتے۔

اب میں ناگ کی کہانی بیان کرتا ہوں۔

ناگ روسی سفارت خانے کی طرف جا رہا تھا۔ رازلین زمین دوز ریلوے سٹیشن تک وہ بس میں بیٹھ کر آیا۔ اس بس کو ایک نیگرو

چلا رہی تھی۔ نیگرو وہ کالے حبشی لوگ ہیں جو امریکہ میں آباد ہو گئے ہیں۔ ان میں سے بہت سے مسلمان ہیں اور بڑے پکے مسلمان ہیں۔ یہ لوگ بڑے محنتی ہوتے ہیں۔ رازلین کا ریلوے سٹیشن زمین کے اندر کافی نیچے جا کر ہے۔ کیوں کہ یہاں سے زمین کی سرنگ میں چلنے والی ریل واشنگٹن کے دریائے پوٹامک کے نیچے سے ہو کر گزرتی ہے۔ انجینئروں نے دریا کے بہت نیچے سے سرنگ کھود کر ریل گاڑی کو سرنگ میں سے گزارا ہے۔ جب گاڑی دریا کے نیچے سے گزرتی ہے تو کافی تیز ہوتی ہے اور ہوا کے دباؤ کی وجہ سے کان بند ہونے لگتے ہیں۔

ناگ اپنے آپ چلنے والی سیڑھیوں سے اتر کر پلیٹ فارم پر آ گیا۔ یہاں ہر ایک منٹ کے بعد گاڑی آ جاتی ہے۔ ریل آئی، ناگ اس میں بیٹھ گیا۔ رازلین سے کوئی چھ سٹیشن آگے فیڈرل سنٹر کا سٹیشن آتا تھا۔ ناگ کو اس سٹیشن تک جانا تھا۔ ٹرین میں امریکی عورتیں اور مرد بڑے سکون کے ساتھ سوار ہو کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ کوئی اخبار پڑھ رہا تھا۔ کسی کے ہاتھ میں کتاب تھی۔ کوئی کسی سے زور زور سے باتیں نہیں کر رہا تھا۔ ٹرین کے دروازے اپنے آپ بند ہو گئے۔ اور آگے روانہ ہو گئی۔ اب وہ دریا کے نیچے سے گزر رہی تھی۔ ناگ کو اپنے کان بند ہوتے محسوس ہوئے۔ اس نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ ٹرین ہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سٹیشن پر دس سیکنڈ رکتی اور پھر آگے چل پڑتی۔

فیڈرل سنٹر کے سٹیشن پر اتر کر ناگ بجلی کی سیڑھی پر کھڑا ہو گیا۔ اور سٹیشن سے باہر یعنی زمین کے اوپر نکل آیا۔ یہ واشنگٹن ڈی سی کا علاقہ تھا۔ یہ واشنگٹن شہر کا مرکزی علاقہ ہے اور اس جگہ امریکہ کے تمام سرکاری دفاتر ہیں۔ وزارتوں کے دفتر بھی یہیں ہیں۔ وہائٹ ہاؤس، لنکن مانومنٹ، واشنگٹن مانومنٹ جس کو مینارِ واشنگٹن بھی کہتے ہیں۔ اسی جگہ پر ہے۔ امریکہ کا خلائی ادارہ بھی اسی جگہ ہے۔ وہ جو آپ واشنگٹن کی گنبد والی بڑی عمارت دیکھا کرتے ہیں نا وہ بھی اسی علاقے میں ہے۔ اسے کیپٹیل ہل کہتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے امریکہ کی اسمبلی کا دفتر ہے۔ یہاں سے کچھ دور آگے جا کر ایک ایسا خوب صورت علاقہ آ جاتا ہے۔ جہاں اکثر غیر ملکی سفارت خانے ہیں۔ روسی سفارت خانے کا دفتر بھی اسی جگہ ہے۔

ناگ سٹیشن سے نکل کر سفارت خانے کی طرف چل پڑا۔ وہ مال پر سے ہوتا ہوا امریکہ کے محکمہ خارجہ کی بہت بڑی عمارت کے آگے سے نکل کر جب اس گراؤنڈ کے قریب آیا جہاں سے مینارِ واشنگٹن کا بہت بڑا سبزہ زار شروع ہوتا تھا تو اسے ایک جانب لوگوں اور گاڑیوں کا ہجوم نظر آیا۔ اس نے پہلے بھی محسوس کیا تھا کہ سڑک پر سے پولیس کی تین چار گاڑیاں ٹوں ٹوں کرتی تیزی سے گزری تھیں اور آسمان پر ایک ہیلی کاپٹر بھی چکر لگا رہا تھا۔

ناگ ہجوم کی طرف بڑھا۔ یہاں پولیس کی کتنی ہی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ان کی چھتوں پر گول سرخ روشنی جل بجھ رہی تھی۔ دو ایمبولینس گاڑیاں بھی تھیں۔ پولیس گیس ماسک پہنے تیار کھڑی تھی۔ ایک پولیس آفیسر لاؤڈ سپیکر پر لوگوں کو وہاں سے ہٹ جانے کو کہہ رہا تھا۔ پولیس کے سپاہی ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے وائرلیس سیٹ یعنی واکی ٹاکی لیے گھبرائے ہوئے سے پھر رہے تھے۔ ایک طرف تین عورتیں رو رہی تھیں اور اپنا آپ چھڑا کر مینار واشنگٹن کی طرف بھاگنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ پولیس انہیں بڑی مشکل سے سنبھالے ہوئے تھی۔

ناگ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ اس نے ایک نیگرو سے پوچھا کہ وہاں کیا ہوا ہے؟ نیگرو نے چیونگ گم چباتے ہوئے کہا:

"تمہیں کچھ معلوم نہیں تو پھر یہاں کیا کر رہے ہو۔ جاؤ گھر جا کر آرام کرو۔"

ناگ کو غصہ تو بہت آیا۔ مگر خاموش رہا۔ نیگرو نے ناگ کو آنکھ مار کر کہا:

"دوست وہ اوپر دیکھ رہے ہو؟"

ناگ نے اوپر دیکھا۔ نیگرو نے کہا:

"مینار کے اوپر دیکھو تمہیں ایک آدمی نظر آئے گا۔ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ایک ہاتھ میں مشین گن اور دوسرے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹرانسسٹر ریڈیو ہوگا۔ اس ٹرانسسٹر ریڈیو کے ایک بٹن پر اس کی انگلی ہوگی اور وہ کچھ کہے گا۔ ذرا انتظار کرو۔ پتہ چلا کہ ایک سرپھرا امریکی مینار کے اوپر چڑھ گیا ہے اس نے پہلے مینار کے اندر ہی اندر چلنے والی لفٹ کے اندر اوپر جا کر جگہ جگہ بارود لگایا۔ لفٹ میں جو دو بچے سوار تھے ان کو دبوچ کر یرغمال بنایا اور پھر اوپر سے سپیکر کے ذریعے اعلان کیا کہ افریقہ کے ملک یوگنڈا کے سفیر کو میرے حوالے نہ کیا گیا تو میں اس مینار کو ٹرانسسٹر کا بٹن دبا کر بارود کے دھماکے سے اڑا دوں گا۔ اور اپنے ساتھ ان دو امریکی بچوں کو بھی لے مروں گا اور اس مینار واشنگٹن کو بھی تباہ کر دوں گا۔ وہ تین عورتیں جو نیچے رو رہی تھیں ان میں سے ایک ان بچوں کی ماں تھی اور دوسری دو بہنیں تھیں۔ واشنگٹن کی ساری پولیس حرکت میں آگئی۔ حکومت کے محکموں میں بھی کھلبلی مچ گئی۔ یوگنڈا کے سفیر نے پیش کش کر دی ہے کہ میں دو معصوم بچوں کی زندگی کی خاطر اپنے آپ کو اس امریکی کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ مگر یہ امریکی حکومت کی بڑی بدنامی تھی۔ کیا خبر وہ یوگنڈا کے سفیر کو گولی مار کر ہلاک کر دے ساری دنیا میں امریکہ پر لعن طعن کی جائے گی کہ امریکہ ایک سرپھرے کو بھی نہ پکڑ سکا اور ایک سفیر کو ہلاک کر دیا۔

یہ امریکی سرپھرا کبھی یوگنڈا میں رہا کرتا تھا۔ وہاں کے سابق صدر عیدی امین کے عہدِ حکومت میں اس کی جائیداد چھین کر اسے ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ اب وہ یوگنڈا کے سفیر کو ہلاک کر کے اپنی تباہی کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ پولیس انسپکٹر اور امریکی محکمہ جاسوسی کے افسر لاؤڈ سپیکر پر اسے یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے تھے کہ نیچے آ جاؤ۔ بچوں کو چھوڑ دو۔ یوگنڈا میں تمہاری جائیداد کی پوری رقم تمہیں واپس دلا دی جائے گی۔ مگر سرپھرا امریکی کسی کی بات نہیں سن رہا تھا۔ بس ایک ہی رٹ لگائے ہوئے تھا کہ اگر ایک گھنٹے کے اندر اندر یوگنڈا کے سفیر کو میرے حوالے نہ کیا گیا تو میں ٹرانسسٹر کا بٹن دبا کر اپنے ساتھ دونوں بچوں کو بھی ہلاک کر دوں گا۔

جتنی اس نے مہلت دی تھی اس میں سے آدھ گھنٹہ گذر چکا تھا۔

اچانک مینار کے اوپر گولی چلنے کی آواز بلند ہوئی۔ ساتھ ہی یرغمالی بچوں کی ماں اور بہنوں کی چیخیں نکل گئیں۔ اتنے میں ایک امریکی کا سر اوپر مینار پر نمودار ہوا۔ یہ مینار پچاس پچپن فٹ بلند ہے اور اس کے اندر ہی اندر اوپر کی منزل تک لفٹ جاتی ہے سرپھرے امریکی نے سپیکر پر کہا:

"صرف آدھ گھنٹہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آدھ گھنٹے میں یوگنڈا کا سفیر تنہا ہو کر مینار کے اندر نہ آیا تو میں بم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلا دوں گا۔"

نیچے امریکی پولیس دوربین والی رائفلوں سے سرپھرے امریکی کے سر کا نشانہ لے رہی تھی کہ وہ جلدی سے پیچھے ہو گیا۔ اب صرف چھوٹا سا لاؤڈ سپیکر ہی دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا:

"اگر مجھ پر گولی چلائی گئی تو یاد رکھو۔ میری انگلی بم کا بٹن مرنے سے پہلے دبا چکی ہو گی اور پھر جو کچھ ہو گا اس کی ذمے داری واشنگٹن پولیس پر ہو گی۔"

پولیس انسپکٹر کے ہاتھ کا اشارہ کرنے سے پولیس کے سپاہیوں نے اپنی رائفلیں نیچے کر لیں۔ ناگ کے دل میں معصوم بے گناہ بچوں اور ان کی بہنوں اور بلکتی ہوئی ماں کے لیے زبردست ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس سے ان بے چاروں کی حالت نہیں دیکھی جاتی تھی۔ حکومت یوگنڈا کے سفیر کو اس کے حوالے نہیں کر رہی تھی اور کوئی تعجب نہیں تھا کہ سرپھرا امریکی ٹرانسسٹر ریڈیو کا بٹن دبا کر خود بھی مر جائے اور معصوم بچوں کو بھی ہلاک کر دے۔

ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ بچوں کی جان بچانی چاہیے۔ وہ ہجوم سے باہر نکلنے لگا تو اسی کالے حبشی نیگرو نے مذاق سے کہا:

"کیوں مسٹر! کیا اوپر مینار پر جا رہے ہو؟"

اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ ناگ کے جی میں آئی کہ پہلے اس

نیگرو سے نمٹ لیا جائے۔ مگر وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔ صرف پچیس منٹ باقی تھے اور ابھی ناگ کو بہت کچھ کرنا تھا۔ اس نے نیگرو کو کچھ نہ کہا۔ لوگوں میں سے نکل کر باہر اس طرف آ گیا جہاں پولیس کے سپاہی کھڑے تھے۔ ناگ سیدھا سرخ ٹماٹر ایسے چہرے والے انسپکٹر کے پاس آ گیا اور قریب ہو کر بولا:

"جناب! کیا آپ مینار والے مجرم کو تھوڑی دیر اور باتوں میں لگا سکتے ہیں؟"

امریکی پولیس انسپکٹر نے غور سے ناگ کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"مسٹر تم کون ہو؟"

ناگ نے کہا:

"میں بڑی خاص چیز ہوں اور اوپر مینار پر جو سرپھرا امریکی بم لیے کھڑا ہے اسے پکڑنا چاہتا ہوں۔"

ناگ کا اتنا کہنا تھا کہ انسپکٹر نے اپنے ایک سپاہی سے کہا:

"اسے گرفتار کر لو۔"

کیوں کہ وہ کوئی ایسا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا کہ کسی آدمی کی ذرا سی جذباتی کوشش سے سرپھرا امریکی غصے میں آ جائے اور بم چلا دے۔ سپاہی ناگ کی طرف ہتھکڑی لے کر بڑھا۔ انسپکٹر کا یہ خیال تھا کہ یہ شخص جذبات میں آ گیا ہے اور ضرور کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا جس سے سرپھرا امریکی بم سے مینار کو اڑا دے گا۔ چنانچہ اسے ابھی قابو کر کے رکھا جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے کہا: "میں نے کیا جرم کیا ہے؟"
انسپکٹر نے کہا:
"میں تمہیں امن عامہ میں خلل ڈالنے کے الزام میں گرفتار کر رہا ہوں۔"
ناگ بولا: "مگر مجھے تو تمہاری واشنگٹن کی ساری پولیس بھی گرفتار نہیں کر سکتی۔"
انسپکٹر نے چیخ کر سپاہی کو حکم دیا۔
"اسے ہتھکڑی لگا کر ویگن میں بند کر دو۔"
سپاہی نے ناگ کا ہاتھ پکڑ کر ہتھکڑی لگا دی مگر پلک جھپکنے میں ناگ کا ہاتھ ہتھکڑی میں سے غائب ہو چکا تھا۔ ناگ بھی غائب ہو چکا تھا۔ انسپکٹر ہکا بکا ہو کر سپاہی کا اور سپاہی انسپکٹر کا منہ تکنے لگا۔ ارد گرد کھڑے لوگوں کو پتہ ہی نہ لگا کہ وہاں سے ایک آدمی غائب ہو گیا ہے۔ کیونکہ سب اوپر مینار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں سرپھرا امریکی سپیکر پر اعلان کر رہا تھا۔
"بیس منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ اگر میرا مطالبہ نہ مانا گیا تو میں ان بچوں کو، اپنے آپ کو اور اس مینار کو بم سے اڑا دوں گا۔"
ناگ ایک چھوٹی سی زرد رنگ کی چڑیا کی شکل میں اڑتا ہوا مینار کے اوپر جا کر دیوار پر اس جگہ بیٹھ گیا جہاں سرپھرا امریکی بچوں کو رسی سے باندھے جھک کر بیٹھا سپیکر پر بول رہا تھا۔

یہ ایک ادھیڑ عمر کا امریکی تھا اور شکل سے کوئی پاگل آدمی لگتا تھا۔ بچے سہمے ہوئے بیٹھے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر خشک ہو گئے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی ڈری ڈری آنکھوں سے پاگل امریکی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پاگل امریکی کے قریب ہی فرش پر ایک ٹرانسسٹر پڑا تھا۔ جس میں سے ایک تار نکل کر نیچے مینار میں اس جگہ جا رہی تھی جہاں اس نے بارود لگا رکھا تھا۔ لفٹ کھڑی تھی۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس کے اندر دو مشین گنیں رکھی تھیں۔
بچوں نے چڑیا کو دیکھا۔ ایک بچی نے چلا کر کہا:
"پیاری چڑیا میری ماں سے کہو ہمیں یہاں سے نکال لے۔"
پاگل امریکی نے بچی کو جھڑک کر کہا:
"خاموش بدبخت! چڑیل کی بچی۔"
پاگل امریکی نے ناگ کی طرف زور سے ہاتھ ہلا کر شش کی آواز نکالی۔ وہ چڑیا کو اڑانا چاہتا تھا۔ ناگ اڑ کر لفٹ کے اندر آ گیا اور اس سے پہلے کہ پاگل امریکی اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ناگ نے ایک مکھی کا روپ بدلا اور دیوار کے ساتھ چمٹ گیا۔ پاگل امریکی نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر سوچا کہ شاید چڑیا اڑ گئی ہے اور سپیکر پر نیچے کھڑی پولیس کو دھمکیاں دینے لگا کہ میں پندرہ منٹ بعد بچوں کو ہلاک کر کے ایک ایک کر کے ان کی لاشیں نیچے پھینک دوں گا۔ دونوں بچے اتنا سن کر رونے لگے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاگل امریکی نے زور سے ان کے منہ پر تھپڑ مارے۔ بچے خوف سے چپ ہو گئے۔

ناگ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اسے غصہ سخت آیا۔ مگر اس وقت غصے کی نہیں عقل مندی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ بم کے بٹن والا ٹرانسسٹر ریڈیو پاگل امریکی نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ ناگ کی ذرا سی غلطی سے پاگل امریکی بٹن دبا کر دھماکے سے اڑا سکتا تھا۔ ناگ نے ایک پل کے لیے سوچا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اگر وہ سانپ بن جائے گا تو وہاں افراتفری پھیل سکتی تھی اور اس افراتفری میں پاگل امریکی بم کا بٹن دبا سکتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے تو اسے اس تار کو کاٹ دینا چاہیے جو ٹرانسسٹر ریڈیو کے ذریعے نیچے بم تک گئی ہوئی تھی۔ ناگ اڑ کر مینار کے اندر ہی اندر سے نیچے سیڑھیوں میں آ گیا۔ وہ مکھی سے گلہری بن کر دیوار کو تکنے لگا۔ تار نیچے جا رہا تھا۔ ناگ نے تار کو منہ میں لے کر کتر کر کاٹ دیا۔ بم بے کار ہو گیا تھا۔ اب اسے بچوں کی جان بچانی تھی۔ کیونکہ پاگل امریکی غصے میں آ کر بچوں کو ہلاک کر سکتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔

وقت بہت کم رہ گیا تھا مگر ناگ کو اس بات کی تسلی ہو گئی تھی کہ اب بم نہیں چل سکتا۔ مگر بچوں کی جان خطرے میں تھی۔ ناگ گلہری کی شکل میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر ایک طرف ہو کر غور سے پاگل امریکی کو دیکھنے لگا۔ وہ پستول ہاتھ میں لیے دیوار کے ساتھ کھڑا بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنا سر نیچے کر رکھا تھا تاکہ نیچے سے کوئی گولی نہ مار دے۔ بچوں کی حالت بڑی خراب ہو رہی تھی۔ انہوں نے اب پھر رونا شروع کر دیا۔ پاگل امریکی نے ان کی طرف پستول کا رخ کر کے چیخ کر کہا:

"حرام خورو خاموش نہ ہوئے تو گولی مار دوں گا۔"

بچے کپکپاتے ہونٹوں کے ساتھ ایک دم چپ ہو گئے۔

پاگل امریکی نے سپیکر میں چلا کر کہا:

"پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ اگر میرا مطالبہ پورا نہ ہوا تو یہ عمارت بم کے دھماکے سے اڑ جائے گی۔"

نیچے افراتفری مچی تھی اور گاڑیوں کے سائرن کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اچانک نیچے سے سپرمین سپرمین کا شور بلند ہوا۔ ناگ نے دیکھا کہ نیلے آسمان پر سرخ لباس میں اس کا دوست سپرمین ہوا میں اڑتا مینار کی طرف چلا آ رہا تھا۔ پاگل امریکی نے منہ اٹھا کر اوپر دیکھا اور سپیکر کا رخ آسمان کی طرف کر کے چلایا:

"سپرمین! اگر تم نے مینار پر آنے کی کوشش کی تو یاد رکھو ان دونوں بچوں کا خون کر دوں گا۔"

ناگ نے دیکھا کہ سپرمین مینار کے قریب آتے آتے ایک طرف کو گھوم گیا۔ اس نے بلند آواز میں پاگل امریکی کو منانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی کوشش کی وہ بچوں کو رہا کر دے مگر پاگل امریکی نہ مانا اور اس نے بڑے زور سے چلا کر کہا۔

"اگر اب تم نے کوئی بات کی تو میں اس عمارت کو بم سے اڑا دوں گا۔"

سپرمین ہوا میں کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر مایوسی اور غصہ تھا۔ وہ بچوں کی زندگیوں سے نہیں کھیل سکتا تھا۔ سپرمین واپس مڑ گیا۔ اس کے واپس جاتے ہی پاگل امریکی نے سپیکر پر اعلان کیا۔

"ایک منٹ رہ گیا ہے۔ میں پہلے ایک ایک کر کے بچوں کی لاشیں نیچے پھینکوں گا۔"

نیچے عورتوں کی چیخوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔

اب ناگ انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے باریک سیاہ کالے سانپ کی شکل بدلی اور دیوار کے ساتھ ساتھ تیزی سے رینگتا ہوا پاگل امریکی کے پاؤں کے پاس پہنچ گیا۔ بچوں نے شور مچایا۔ "سانپ" پاگل امریکی نے چونک کر نیچے دیکھا۔ اس کے پاؤں کے قریب ایک کالا باریک سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اس نے پستول کا رخ سانپ کی طرف کر دیا۔ وہ گولی چلانا چاہتا تھا مگر اسے یوں لگا جیسے اس کی انگلیاں اس کا کہا نہیں مان رہیں۔ اس کے ہاتھ میں جان نہیں رہی۔ اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ ناگ اپنا کام کر چکا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ جو زہر اس نے

ابھی ابھی ایک پھوار کی شکل میں پاگل امریکی کے کپڑوں پر پھینکا ہے وہ ہاتھی کو بھی ایک سیکنڈ میں نیچے گرا دے۔ اسی لیے جب پاگل امریکی نے پستول کا رخ اس کی طرف کیا تو وہ سکون سے بیٹھا رہا اور پھر ایسا ہی ہوا۔ بڑی مشکل سے ایک سیکنڈ گذرا ہو گا کہ پاگل امریکی ایسے گرا جیسے کٹا ہوا درخت گرتا ہے۔ پستول ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا مگر اس کا جسم اس کا ہاتھ اس کی انگلیاں بے جان ہو چکی تھیں۔ سہمے ہوئے بچے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے کہ اسے اچانک کیا ہو گیا ہے۔ ناگ رینگتا ہوا سیڑھیوں میں آ گیا۔ یہاں اس نے ہلکی سی پھنکار ماری اور پھر سے انسانی شکل میں آ گیا۔ اوپر آ کر سب سے پہلے اس نے بچوں کو تسلی دی۔ انہیں پیار کیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ بچے بے حد خوش ہوئے۔ ناگ نے سپیکر کا رخ نیچے کی طرف کر کے چلا کر کہا۔

"میں نے ملزم کو بے ہوش کر دیا ہے۔ گولی مت چلانا۔ میں بچوں کو لے کر نیچے آ رہا ہوں۔"

ناگ نے جو زہر پاگل امریکی پر پھینکا تھا وہ اسے چوبیس گھنٹے بے ہوش رکھنے کے لیے کافی تھا۔ ایک ہیلی کاپٹر اڑ کر اوپر آ گیا۔ ناگ نے ہاتھ ہلایا۔ بچوں نے بھی خوشی سے ہاتھ ہلائے۔ ہیلی کاپٹر میں پولیس انسپکٹر سوار تھا۔ اس نے دوربین سے جب بچوں کو آزاد

پاگل امریکی کو بے ہوش پڑے اور اسی نوجوان کو کھڑے دیکھا جس نے اس سے کہا تھا کہ کیا آپ پاگل امریکی کو دس بیس منٹ تک باتوں میں لگا سکتے ہیں اور جس کی گرفتاری کا اس نے حکم دے رکھا تھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ حیران تھا کہ یہ نوجوان مینار پر کیسے پہنچ گیا۔

ناگ بچوں کو ساتھ لے کر لفٹ میں آ گیا۔ اس کے بعد سوئچ کو کھول دیا اور لفٹ آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگی۔ جب لفٹ نیچے پہنچی اور ناگ معصوم بچوں کو ساتھ لے کر مینار سے باہر نکلا تو لوگ خوشی سے اچھل اچھل کر تالیاں بجا رہے تھے۔ بچوں کی ماں اور بہنوں نے انہیں سینے سے لپٹا لیا۔ ان کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ناگ سے ہر کوئی ہاتھ ملا رہا تھا بچوں کی ماں اور بہنیں ناگ کا بار بار شکریہ ادا کر رہی تھیں۔ پولیس انسپکٹر ناگ کو ایک طرف لے گیا اور اس سے پوچھا کہ وہ مینار پر کیسے پہنچا؟ ناگ نے آہستہ سے آنکھ مار کر کہا:

"یہ تم ساری زندگی نہیں سمجھ سکو گے انسپکٹر! تمہارا مجرم اوپر مینار میں بے ہوش پڑا ہے اور بم کا تار میں نے کاٹ دیا ہے۔"

اتنا کہہ کر ناگ ہجوم کو پرے ہٹاتا باہر نکل گیا۔ لوگ اس کو ابھی تک دیکھے جا رہے تھے۔ اچانک سامنے وہی نیگرو آ گیا جس نے یہ کہہ کر ناگ کا مذاق اڑایا تھا کہ مسٹر تم مینار پر چڑھنے

کی کوشش کر رہے ہو۔ اسے بالکل معلوم نہیں تھا کہ ناگ نے پاگل امریکی کو پکڑوا کر بچوں کی جان بچائی ہے۔ اس نے ناگ کے قریب آ کر مذاق کرتے ہوئے کہا:

"کیوں مسٹر! مینار کی سیر کر آئے؟"

ناگ نے کہا: "ہاں، کیا تم سیر کرو گے؟"

نیگرو نے قہقہہ لگا کر کہا:

"تم کیا تمہارا باپ بھی مینار پر نہیں جا سکتا۔"

ناگ نے چشمہ اتار دیا اور نیگرو کو گھور کر دیکھا۔ نیگرو کو یوں لگا جیسے کسی زہریلے سانپ کی دو آنکھیں اسے تک رہی ہیں۔ وہ کچھ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ ناگ نے نیگرو کی گردن پر ہاتھ رکھ کر گہرا سانس لیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک سیاہ کالا سانپ نیگرو کی گردن سے چمٹا، پھنکار رہا تھا۔ اور دہشت کے مارے نیگرو کا سارا جسم تھر تھرا رہا تھا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ مگر کسی میں ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ نیگرو کی گردن سے سانپ کو اتارے۔ نیگرو کے حلق سے خوف کی وجہ سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔ جب ناگ نے دیکھا کہ نیگرو کو کافی نصیحت مل چکی ہے تو وہ اس کی گردن سے اتر کر نیچے گھاس سے گزرتا ہوا جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔

شام ہو چکی تھی جب ناگ واشنگٹن کے دریائے پوٹامک کے پار اس علاقے میں پہنچا جہاں غیر ملکی سفارت خانوں کی خوبصورت عمارتیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں۔ یہاں اس نے بہت جلد روسی سفارت خانے کو تلاش کر لیا۔ باہر امریکی سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ اس سفارت خانے کو اس لیے نگاہ میں رکھنا چاہتا تھا کہ اسے پتھر کی آنکھ والے روسی جاسوس کی تلاش تھی جسے واشنگٹن میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ x.۳۱ ایم ایکس میزائلوں کو تباہ کرنے اور ان کا راز چرانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ان کا پروگرام یہ تھا کہ وہ ایم ایکس میزائلوں کے زمین کے اندر کے تہہ خانوں میں خفیہ اور بڑے ہی طاقتور ٹائم بم لگا کر اور ایم ایکس میزائلوں کا راز چرا کر سمندر کے کنارے ایک خاص جگہ پہنچ جائیں گے جہاں سے آدھی رات کو ایک آبدوز کشتی انہیں لے کر سمندر کے اندر چلی جائے گی اور پیچھے میزائل پھٹ کر پورے واشنگٹن اور بالٹی مور کے علاقے کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔

یہ بڑا خطرناک اور تباہ کن پروگرام تھا اور ناگ اس پروگرام کو ناکام بنانے کے لیے وہاں آیا تھا اور اسے پتھر کی آنکھ والے جاسوس کی تلاش تھی جو جاسوسوں کا سردار تھا۔ جاسوسوں کا لیڈر تھا۔ ناگ کچھ دیر درختوں کے پیچھے کھڑا سفارت خانے کو دیکھتا رہا۔ وہ اس عمارت کی ایک ایک شے اپنے ذہن میں بٹھا رہا تھا۔ اسے معلوم تھا، جیسے کہ سپرین نے اسے بتایا تھا کہ پتھریلی آنکھ والا جاسوس اس سفارت خانے کا جاسوس ہے اور یہاں سے ہی وہ ہدایات حاصل کرتا ہے۔ سفارت خانے پر ایک بڑی ہی پراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ عمارت میں کھڑکیوں پر کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔ ناگ نے

سوچا کہ اسے اس عمارت کے قریب ہی کسی جگہ رہنا چاہیے تاکہ وہ اسے نگاہ میں رکھ سکے۔ وہ درختوں میں سے نکل کر دریا کے کنارے آ گیا۔

یہاں اسے ایک بلڈنگ کے اوپر "موٹل" کے الفاظ چمکتے ہوئے نظر آئے۔ وہ اس طرف چل پڑا۔ ایک ہوٹل ہوتا ہے اور ایک موٹل ہوتا ہے۔ موٹل وہ ہوتا ہے جہاں آپ اپنی موٹر کار کو ساتھ ہی لے جا کر اپنی مرضی کے مطابق کھڑی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ امریکہ میں موٹر گاڑیوں کو کھڑی کرنے کی بڑی مصیبت ہے۔ ناگ نے سوچا کہ وہ اسی موٹل میں ایک کمرہ لے کر رہے گا۔ یہ موٹل چھ منزلہ تھا۔ اس نے یہاں آ کر ایک کمرہ لیا اور بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ صبح کو اپنا مشن شروع کرے گا۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ صبح ایک پرندہ بن کر سفارت خانے کے دروازے کے پاس والے درخت پر بیٹھ کر پتھریلی آنکھ والے جاسوس کا انتظار کرے گا۔ رات ہو رہی تھی۔ اگرچہ ناگ کو نیند کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی اس نے سوچا کہ کچھ دیر انتظار کرنا چاہیے۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تھوڑی دیر بعد وہ سو گیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ باہر زبردست بجلی چمک رہی ہے۔ بادل گرج رہے ہیں اور بارش ہو رہی ہے۔ ناگ نے گھڑی کو دیکھا۔ رات کے بارہ بجے تھے۔ کھڑکی کا پردہ ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اچانک ناگ نے محسوس کیا کہ باہر سے کچھ آوازیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آ رہی ہیں۔ یہ آوازیں ایسی تھیں جیسے پانچ چھ آدمی مل کر لمبے لمبے سُر نکال کر آہستہ آہستہ ڈراؤنی آوازوں میں گانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ ناگ نے اٹھ کر کھڑکی کا پردہ ہٹایا اور شیشے میں سے باہر دیکھا۔ دور اندھیری رات میں بجلی چمکی تو اسے کچھ آدمیوں کے سائے گول دائرے میں رک رک کر قدم اٹھاتے ناچتے نظر آئے۔ بجلی دوسری دفعہ چمکی تو ناگ نے دیکھا کہ ان آدمیوں کے سروں پر درختوں کی بڑی بڑی شاخیں بندھی ہوئی تھیں۔ ناگ نے فیصلہ کیا کہ چل کر دیکھا جائے یہ لوگ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

وہ ہوٹل سے باہر آگیا۔ طوفانی اور اندھیری رات میں سڑک سنسان تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ ناگ نے سانپ کا روپ بدلا اور رینگتا ہوا اس جگہ کی طرف چلا جہاں اس نے عجیب و غریب لوگوں کے رقص کرتے سائے دیکھے تھے۔ ناگ بڑی تیزی سے جا رہا تھا اس نے وہ ساری جگہ دیکھ ڈالی۔ وہاں کوئی آدمی نہیں تھا۔ گانے کی آوازیں بھی اب نہیں آ رہی تھیں۔ صرف بادل کی گرج، بجلی کی کڑک اور بارش کی آوازیں تھیں۔ ناگ کو اچانک کسی انسان کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ وہ فوراً انسان کی شکل میں آگیا اور آواز پر کان دھرے۔ یہ کسی عورت کے کراہنے کی آواز تھی۔ ناگ آواز کی طرف بڑھا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا۔ اب بجلی کبھی کبھی چمکتی تھی۔ اچانک بجلی بڑی تیزی سے چمکی اور ناگ نے اپنے سامنے زمین پر جو کچھ دیکھا۔ اسے دیکھ کر مارے دہشت کے اس کا اوپر کا

سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ اتنی سردی میں بھی ناگ کو وہ دہشت ناک منظر دیکھ کر پسینہ آگیا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ بجلی دوسری بار چمکی تو ناگ نے ایک آدمی کا سر دیکھا آدمی سارا زمین کے اندر دفن تھا۔ صرف اس کا سر زمین سے باہر تھا اور اس کے منہ سے ہلکی ہلکی کراہنے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

O

زمین میں گردن تک دفن یہ آدمی کون تھا؟
ناگ کی پتھریلی آنکھ والے جاسوس سے کہاں ملاقات ہوئی؟
کیا ایمٹی X-141 میزائلوں کا راز چوری ہوا؟
سپیرن سے ناگ پھر کہاں ملا؟
اور کیا ناگ ماریا کے پاس پہنچا؟
ان تمام سوالوں کے جواب آپ "عنبر ناگ ماریا کی واپسی" کی آئندہ قسط نمبر میں پڑھیے جس کا عنوان ہے۔
"پتھریلی آنکھ والا جاسوس۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر ناگ ماریا

موت کے تعاقب کی

۵ ہزار سالہ سفر کی پُراسرار اور سنسنی خیز داستان

مصنف: اے حمید

۱۔ لاش سے ملاقات ۵/-
۲۔ جہاز ڈوب گیا ۵/-
۳۔ مندر کی چڑیل ۵/-
۴۔ پُراسرار غار کی مورتی ۵/-
۵۔ ناگ لندن میں ۵/-
۶۔ تابوت میں سانپ ۵/-
۷۔ موت کا دریا ۵/-
۸۔ سانپ کا انتقام ۵/-
۹۔ سانپ کی آواز ۵/-
۱۰۔ ناگ کا قتل ۵/-
۱۱۔ شاہ بلوط کا خزانہ ۵/-
۱۲۔ پتھر کا ہاتھ ۵/-
۱۳۔ طوفانی سمندر کا بھوت ۵/-
۱۴۔ ڈائناسورس کا جزیرہ ۵/-
۱۵۔ سیاہ پوش سایہ ۵/-
۱۶۔ انسانی بلی ۵/-
۱۷۔ سانپوں کا جنگل ۵/-
۱۸۔ ماریا اور بن مانس ۵/-
۱۹۔ قبر نما انسان ۵/-
۲۰۔ لکشمی دیوی کا انتقام ۵/-
۲۱۔ ناگ اور جادوئی ترشول ۵/-
۲۲۔ ناگ عنبر مقابلہ ۵/-
۲۳۔ لاش کی چیخ ۵/-
۲۴۔ آسیب کی رات ۵/-
۲۵۔ ۹۹ سیڑھیوں کا راز (سلور جوبلی نمبر) ۱۵/-
۲۶۔ عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں ۵/-
۲۷۔ ماریا اور جادوگر سانپ ۵/-
۲۸۔ نقلی ناگ کی سازش ۵/-
۲۹۔ بابل کی بدروحیں ۴/-
۳۰۔ قبر کی دلہن (خاص نمبر) ۷/۵۰
۳۱۔ آدھا گھوڑا آدھا انسان ۵/-
۳۲۔ ناگ ناگن مقابلہ ۶/-
۳۳۔ ایک آنکھ والی عورت ۶/-
۳۴۔ مُردوں کی شہزادی ۶/-
۳۵۔ سانپوں کا دربار ۶/-
۳۶۔ قبر اور ڈھانچہ ۶/-
۳۷۔ عقرب دیوتا کا پجاری ۶/-
۳۸۔ کٹا ہوا زندہ ہاتھ ۶/-
۳۹۔ عنبر لاہور میں ۶/-
۴۰۔ چڑیلوں کی ملکہ (خاص نمبر) ۱۳/-
۴۱۔ مُردہ ہونٹ اور ماریا ۸/-
۴۲۔ رات کا کالا کفن ۶/-
۴۳۔ کھنڈرات کی بدروحیں ۶/-
۴۴۔ ممباطوتش اور ناگ ۶/-
۴۵۔ ماریا سونے کی مورتی ۶/-
۴۶۔ ناگ غائب ہوگیا /۵۰
۴۷۔ خون کی آبشار ۷/۵۰
۴۸۔ شیشے کی آنکھ پتھر کا دل ۷/۵۰
۴۹۔ خونی لومڑی ۷/۵۰
۵۰۔ کھوپڑیوں کا محل (گولڈن جوبلی نمبر) ۱۵/-
۵۱۔ ماریا بوتل میں بند ہوگئی ۷/۵۰
۵۲۔ خون کی پیاس ۷/۵۰
۵۳۔ ناگ اور سپرمین
۵۴۔ پتھریلی آنکھ والا جاسوس
۵۵۔ ناگ اور ناگن رنگامتی
۵۶۔ چار پُراسرار سپیرے
۵۷۔ امبا دیوی کی مورتی
۵۸۔ خفیہ منتر کی تلاش
۵۹۔ موت کا وعدہ
۶۰۔ اور قبر کھل گئی
۶۱۔ شاہی لاش کا راز
۶۲۔ ماریا قتل ہوگئی
۶۳۔ خالی تابوت یاقوتی سانپ
۶۴۔ ماریا اور ممی کی لاش
۶۵۔ نیلی قبر کا خفیہ راستہ
۶۶۔ عنبر سانپ بن گیا

نیا مکتبہ اقراء ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور